سلسلہ معماران پاکستان نمبر (۳)

فاطمہ جناح

(خاتونِ پاکستان)

از:-
ابراہیم جلیس
بی ۔ اے (علیگ)

ناشرین = گرین پبلشرز
بار اوّل　　گرین ہاؤس، میکلوڈ روڈ، کراچی　　۱۹۵۰ء

انتساب

پاکستان کی ہر خاتون کے نام
اس تمنّا کے ساتھ کہ وہ محترمہ فاطمہ جناح کی
حیاتِ صالح کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائے

پاکستان کی کہانی عورتوں
کے نام اعم اسن کملا

(۱)

تاریخ اسلام میں بے شمار مشہور شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں۔ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لیکر قائد اعظم محمد علی جناح وہ ساری مشہور ہستیاں جنھوں نے مذہب اسلام کی عظمت اور مذہب اسلام کی اشاعت کی خاطر بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں اسلام کو عرب و حجاز کی سرحدوں سے وسیع کرکے ہمہ گیر بنا دیا ہے۔ اُنہی کی کوششوں اور اُنہی کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام نہ صرف ایک عالمگیر مذہب ہے بلکہ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ اس بیسویں صدی جیسے پر آشوب زمانے میں پاکستان کے نام سے ایک نئے اسلامی ملک اور مملکت کا جغرافیائی اور سیاسی قیام بھی عمل میں آیا۔

اس سلسلے میں ایک بڑی تعجب خیز بات یہ ہے کہ مشاہیر اسلام میں بیشتر تعداد مردوں کی نظر آتی ہے۔ ایسی مشہور خواتینِ اسلام جنھوں نے بھی اسلامی ملک کی بنیاد رکھنے اور اس کی ترویج و اشاعت کا کام انجام دیا ہے بہت کم ذکر آتا ہے۔ بلکہ

اس پورے چودہ سو سالہ طویل زمانے میں مشہور خواتین اسلام میں گنتی کے چند خواتین کے نام تاریخ اسلام میں نظر آتے ہیں۔ ہماری حیرت و استعجاب میں یہ معلوم کرکے اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے کہ مذہب اسلام عورت کو مرد کے برابر برابر حقوق عطا کئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یوں معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو ترقی کرنے کے مناسب اور موزوں مواقع و ذرائع مہیا نہ کئے جا سکے۔ عورت کے مساویانہ حقوق کے بنیادی اصول کو تو تسلیم کر لیا گیا ہے مگر اس حق کو عملی طور پر تسلیم کرنے میں کوئی مناسب قدم نہیں اٹھایا گیا۔ تاریخ اسلام میں مشہور خواتین کے ہمیں صرف چند نام ملتے ہیں جو اپنی فطری، ذاتی بلکہ خداداد صلاحیتوں کے باعث مشہور اور نامور ہوئیں اور کسی نہ کسی شعبۂ حیات میں اسلام کی خدمت کرتی رہیں۔ حضرت ہاجرہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت فاطمہ بنت عبداللہ جو غازیان طرابلس کی میدانِ جنگ میں خدمات انجام دیتی رہیں ــــــ اور اپنے ملک کی تاریخ میں تو معدودے چند نام ہمیں ملتے ہیں۔ سلطانہ رضیہ، ملکہ نور جہاں، شہزادی زیب النساء، شیر دل سلطانہ چاند بی بی والئی ریاست احمد نگر جو بڑے بڑے بادشاہوں کے جرار لشکروں کے مقابلے میں میدان جنگ میں اتر جاتی تھیں۔

سلطانہ چاند بی بی کے بعد سے تاریخ میں مشاہیر خواتین کی صف میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دور دور کہیں ہمیں محترمہ فاطمہ جناح کا نام نظر آتا ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح کا تاریخ اسلام میں بظاہر کوئی نام، کوئی کارنامہ نقش ہو یا نہ ہو یہ حقیقت بالکلیہ واضح ہو جاتی ہے کہ ہمالیہ کے دامن میں پیدا ہونے والی ایک نئی مملکت اور ایک نئے ارض اسلامیہ کے بانیوں اور معماروں میں فاطمہ جناح کا نام بہت زیادہ واضح طور پر جگمگاتا ہے۔ محترمہ فاطمہ جناح کا نام گرامی معماران سلطنت خداداد پاکستان میں شاعر مشرق علامہ اقبال رح قائد اعظم محمد علی جناح رح کے ساتھ بجا طور پر لیا جا سکتا ہے۔

پاکستان کی نوزائیدہ مملکت کے قیام اور تعمیر میں محترمہ فاطمہ جناح کی شبانہ روز محنت، ان کے عزم و ارادے ان کے کردار صالح، ان کے اوصاف حمیدہ ان کی نیک تمناؤں اور پر خلوص دعاؤں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ اگر انگلستان اور امریکہ کے اخبار نویس یہ کہتے ہوں کہ

"پاکستان ایک بھائی اور بہن کی کوششوں کا معجزہ ہے"

تو یہ مقولہ بھی بڑی حد تک درست ہے۔

پاکستان کے عالم وجود میں آنے سے پہلے ہی محترمہ فاطمہ جناح کا نام "ماقبل پاکستان سیاست" میں اتنا چمکدار اور اتنا جانا پہچانا تھا کہ ہندوستان اور بیرون ہندوستان کا ہر وہ آدمی جسے ہندوستانی سیاست سے ذرا سا بھی لگاؤ تھا محترمہ فاطمہ جناح کے نام سے واقف تھا۔ اب تخلیق پاکستان کے بعد تو محترمہ فاطمہ جناح کا نام اس مضبوطی سے پاکستان کے ساتھ ہے کہ جب بھی پاکستان کا تصور ذہن میں آتا ہے

محترمہ فاطمہ جناح کا نام بھی یاد آتا ہے اور جب محترمہ فاطمہ جناح کا ذکر آتا ہے تو فوراً پاکستان کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ گویا پاکستان کے نام کے ساتھ محترمہ فاطمہ جناح کا نام یا محترمہ فاطمہ جناح کے نام کے ساتھ پاکستان کی وابستگی ایک شاعرانہ تخیل کو یوں پیش کر سکتی ہے کہ "فاطمہ جناح بھی پاکستان کا ایک نام ہے"

(۲)

دارالخلافہ مملکتِ خداداد پاکستان کراچی میں اینگل روڈ پر گورنر جنرل ہاؤس سے تھوڑی دور کے فاصلے پر ایک عالیشان کوٹھی ہے۔ جس کا نام "فلیگ سٹاف ہاؤس" ہے۔ یہ وہ عالی مقام جگہ ہے جہاں پاکستان کی وہ عظیم الشان شخصیت فروکش ہے جسے ساری دنیا مس فاطمہ جناح کے نام سے جانتی ہے۔ اہل پاکستان جب بھی اس کوٹھی کے سامنے سے گزرتے ہیں تو بڑی عزت اور ادب کے ساتھ ان کی آنکھیں اس کوٹھی کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں اس جگہ کو جس پر یہ کوٹھی تعمیر کی گئی ہے۔ بڑی خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ پاکستانی سیاست کا ایک دھارا اس جگہ سے بھی پھوٹتا ہے بہتا ہے اور سارے پاکستان کو سیراب کرتا ہے۔

کوٹھی کے باب الداخلہ یا بڑے دروازے پر دونوں طرف دو توپیں دھری ہوئی ہیں۔ کوٹھی کے اندر داخل ہوئے تو ایک بہت ہی سجا سجایا، آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم ہے۔ نفیس قیمتی صوفہ سٹ جن کے کپڑوں کا رنگ سبز ہے جو پاکستان

گے سیاسی رنگ کا مظہر ہے۔ نئی وضع کے ٹیبل، سٹول اور بک شلف نہایت قرینے سے سجے ہوئے ہیں۔ فرش پر ایک بیش قیمت قالین بچھا ہوا ہے۔ صاف ستھری دیواروں پر چاروں طرف قائداعظم محمد علی جناح کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں ہیں۔ کمرے کی ہر چیز دروازوں اور کھڑکیوں کے خوشرنگ پردوں سے لے کر گلدان میں رکھے ہوئے پھولوں تک صاحب خانہ کے نفاست پسند مزاج کی غمازی کر رہی ہے۔

سامنے صوفہ سیٹ پر "صاحبۂ خانہ" تشریف فرما ہے۔ سفید رنگ جس پر تقدس کے چمکیلے پن کے علاوہ شفقت کا گہرا پرتو چھایا ہوا ہے۔ سر پر چاندی کے تاروں جیسے چمکدار بال جس سے ایک پختہ عمر کے علاوہ جہاندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ بے حد ذہین اور چمکدار آنکھیں جن کی گہرائی میں دنیا کا قلب تک نظر آتا ہے۔ قدرے لمبا چہرہ جس کی پیشانی ایک اولالعزم اور بلند ارادے والے انسان کا پتہ دیتی ہے۔ دبلا پتلا جسم جس میں باوجود کہن سالی کے کافی چستی اور پھرتیلا پن ہے۔ چہرے کی بشاشت سے ایک اچھی اور خوشگوار صحت کا اظہار ہوتا ہے۔

لباس بے حد سادہ ـــــ سفید دھلی ہوئی شلوار، ہلکے کریم رنگ کا قمیص اور اسی رنگ کا دوپٹہ ـــــ پیروں میں سفید سٹریپس کا سینڈل۔

"یہ ہیں محترمہ فاطمہ جناح"

(۵)

اب سے کوئی ۵۶ سال ادھر کی بات ہے۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۳ء کا مبارک دن ہے وزیر مینشن محلہ کھارادر شہر کراچی کے ایک متمول گھرانے میں ایک نیا چراغ روشن ہوتا ہے۔ ارض ہمالہ کے مسلمانوں میں، ایک ایسی دختر اسلام پیدا ہوتی ہے جو جیسے اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے، اپنے بھائی بہنوں کے لئے۔ اپنے خاندان کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم اسلام کے لئے پیدا ہوتی ہے۔

خوشیوں سے معمور دل لئے ہوئے باپ اس گل نوشگفتہ کا نام تجویز کرتا ہے۔

"فاطمہ بی بی"

گھر کے بڑے بزرگوں نے لڑکی کو دیکھ کر پیشین گوئی کی کہ لڑکی بڑی ذہین اور بڑی ہو کر بڑی نامور خاتون بنے گی۔ اس کا مستقبل بہت درخشاں ہے۔

فاطمہ بی بی ابھی دو برس ہی کی تھیں کہ والدہ کے آغوش محبت سے انھیں ہمیشہ کے لیئے جدا ہونا پڑا۔ اور دو برس کی عمر ہی سے وہ ماں کی محبت جیسی نعمت عظیم سے محروم ہوگئیں۔ دو برس کی عمر میں انسان کی وہ پہلی درس گاہ بھی ان سے

چھین لی گئی جسے "آغوش مادر" کہا جاتا ہے۔ والدہ کے انتقال کے بعد والد اور بھائیوں نے اور زیادہ محبت و شفقت کے سائے میں انکی تربیت شروع کر دی جب انھوں نے ذرا سا شعور سنبھالا اور ابتدائی تعلیم کے قابل ہوئیں تو والد صاحب نے خود ہی انھیں انگریزی کی تعلیم دینی شروع کی۔ اور بالکل نئے طرز زندگی کے لئے انھیں تربیت دینی شروع کی۔ والد صاحب نے بچپن ہی میں محترمہ فاطمہ جناح کے رجحان طبع اور مزاج کو سمجھ لیا تھا اور اسی کے مطابق ان کی تعلیم و تربیت شروع کی۔

مگر دوسرا عظیم سانحہ ان کی زندگی میں یہ پیش آیا کہ ابھی وہ صرف ۷ برس کی عمر کی تھیں کہ والد محترم کا پُر شفقت سایہ ان کے سر سے اٹھ گیا۔ شاید خداوندِ قدوس کی مصلحت اسی میں تھی کہ بچپن ہی سے فاطمہ جناح کو ماں اور باپ کی صحبتوں سے محروم رکھا جائے تاکہ ان کے دل میں رشتہ داری کی محبت سے ہٹ کر عام انسانیت کی محبت پیدا ہو۔ یا پھر قدرت یہ چاہتی تھی کہ اس باعزت خاتون کی تربیت کے لئے اس کو اس کے صحیح معلّم کے حوالے کر دیا جائے۔ وہ صحیح معلم خود ان کے بڑے بھائی تھے۔

"قائد اعظم حضرت محمد علی جناح"

قائد اعظم محمد علی جناح اپنی چھوٹی بہن سے عمر میں ۷ سال بڑے تھے۔ والدہ اور والد کے انتقال کے بعد قائد اعظم ہی محترمہ فاطمہ جناح کے بزرگ اور سرپرست تھے۔ ایک بھائی کی محبت کے علاوہ ان کے دل میں اپنی چھوٹی بہن کے لئے ماں

کی محبت اور باپ کی محبت دونوں محبتیں ملی جلی تھیں۔

اس کے بعد آٹھ برس کی عمر سے ۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء تک محترمہ فاطمہ جناح قائد اعظمؒ کے سایۂ شفقت میں زندگی بسر کرتی رہیں۔ قائد اعظم نے محترمہ فاطمہ جناح کے لئے انگریزی تعلیم و تربیت تجویز کی۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کراچی سے بمبئی بھیجدی گئیں کیونکہ قائد اعظم ان دنوں بمبئی میں فروکش تھے۔

قائد اعظم نے محترمہ فاطمہ جناح کو ایک انگریزی کانونٹ میں شریک کرایا۔ ان دنوں خاندان والوں اور دوسرے لوگوں کی طرف سے انگریزی تعلیم و تربیت کی بڑی مخالفت ہوتی رہی۔ مسلمان لڑکیاں تو لڑکیاں، لڑکوں کے لئے تک انگریزی تعلیم ایک "شجر ممنوعہ" قرار دی گئی تھی۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنا کفر کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ مولوی اور دوسرے پیشوایان مذہب انگریزی تعلیم و تربیت کے خلاف فتویٰ صادر کرتے تھے مگر قائد اعظم نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق تحصیل علم خواہ وہ کسی زبان میں ہو انسان کے لئے لازمی تھی۔ علم زبان کے جھگڑوں سے بلند و بے نیاز ہوتا ہے۔ مزید برآں انگریزی زبان میں دیسی زبانوں کے مقابلے میں ہمہ گیریت ہے۔ انگریزی زبان دنیا کے ہر حصے ہر ملک میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اسی لئے قائد اعظم نے اپنی عزیز بہن کی تعلیم کے لئے انگریزی زبان کو مقدم جانا۔ تاکہ ان کی بہن کی تعلیم و تربیت میں بھی ہمہ گیری اور

وسعت پیدا ہو۔

پہلے پہل کانونٹ کا انگریزی ماحول اور اجنبی فضا سے محترمہ فاطمہ جناح مانوس نہ ہوسکیں۔ —— اور اسی لئے وہ کانونٹ کی طرف زیادہ مائل بھی نہ تھیں۔ موصوفہ نے خود ایک بار فرمایا تھا کہ وہ کانونٹ سے اکتا کر جلد گھر آجاتی تھیں۔ ان کا وہاں جی نہیں لگتا تھا۔ مگر قائد اعظم نے بڑی عمدگی سے بڑے دلار و پیار سے انھیں کانونٹ کی تعلیم کی طرف راغب کیا۔ قائد اعظم نے ان پر کوئی جبر نہیں کیا۔ ان پر کوئی زبردستی نہیں کی۔ کیونکہ ہزاروں انسانوں کی ایک بہت بڑی قوم کا معلم اور تربیت دینے والا ایک لڑکی کی تعلیم و تربیت تو اس کے لئے بہت معمولی سی بات تھی۔ انھوں نے محترمہ فاطمہ جناح کی شخصیت میں کانونٹ سے ڈر اور جھجک کے اثرات کو بڑی خوش اسلوبی سے ختم کیا —— قائد اعظم خود محترمہ فاطمہ جناح کو اپنے ساتھ کانونٹ لے جاتے تھے۔ وہاں اس طریقے سے کانونٹ کی فضا سے روشناس کراتے تھے کہ رفتہ رفتہ فاطمہ جناح کے دل سے وہ جھجک اور ڈر دور ہوگیا اور ایک اجنبی زبان اور اجنبی طرز معاشرت اور اجنبی فضا سے اُنس ہوتا گیا۔

فاطمہ جناح کانونٹ میں جب اپنی ہم عمر لڑکیوں کو بڑے شوق سے لکھنے پڑھنے کھیلتے کودتے دیکھتی رہیں تو ان میں ایک جذبۂ رشک پیدا ہوا اور وہ خود بھی چند دنوں میں ان میں گھل مل گئیں

کانونٹ کی تعلیم کی دوران میں فاطمہ جناح بڑی ذہین اور بڑی اچھی طالبہ رہی ہیں۔ وہ بہت محنت سے پڑھتی تھیں۔ ان کی استانیاں اُن سے بہت خوش تھیں۔ روز کا سبق روز یاد کرنے، ہر کام وقت پر کرنے، اچھے اخلاق اور اچھے کردار کے باعث وہ اپنی جماعتوں میں ساری طالبات میں اول رہیں۔ طالب علمی کے زمانے میں بھی وہ ایک صاف ستھری زندگی بسر کرتی تھیں۔ صاف ستھرے کپڑے پہنتی تھیں۔ اپنی کتابیں اور دوسرا سامان بڑے قرینے اور بڑے سلیقے سے رکھتی تھیں۔ ہمیشہ سچ بولتی تھیں۔ ساری لڑکیوں میں بڑی ہر دلعزیز تھیں۔ کیونکہ محترمہ فاطمہ جناح نے بچپن ہی سے بڑی ملنسار طبیعت پائی تھی۔ وہ بڑی ہنس مکھ اور زندہ دل تھیں اسی لئے کانونٹ کے ہر سماجی کام میں بڑی پیش پیش رہیں۔

کانونٹ میں ان کا تعلیمی ریکارڈ بہت ہی اچھا رہا۔ ان کی استانیاں جب بھی قائداعظم سے ملتی تھیں موصوفہ کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کرتی تھیں۔

قائداعظم ان تعریفوں سے دل ہی دل میں خوش ہوتے تھے مگر اپنی اس خوشی کا اظہار کبھی فاطمہ جناح پر نہیں فرمایا۔ بلکہ وہ ان کے لئے بظاہر سخت گیر تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ محترمہ فاطمہ جناح کی ترقی کی رفتار کہیں سست نہ پڑ جائے۔

(۴)

محترمہ فاطمہ جناح نے ۱۷ برس کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔ اس دوران میں تجربہ کی وسعت کی خاطر وہ بمبئی کے مختلف کانونٹ اور سکولوں میں تعلیم حاصل کرتی رہیں۔ میٹرکیولیشن کا امتحان کامیاب کر لیا —— لیکن محترمہ کی تعلیم کچھ اس انداز سے ہوئی تھی کہ کم از کم زبان انگریزی میں وہ بڑی بڑی یونیورسٹیوں کے گریجویٹس کا بھی مقابلہ کر سکتی تھیں۔ نہایت بے تکان، صاف و شستہ اور بامحاورہ انگریزی میں باتیں کرتی تھیں۔

درس گاہ کی تعلیم اور خالص نصابی تربیت کے علاوہ موصوفہ کی جنرل نالج (عام معلومات) ان کی عمر و تعلیم رکھنے والے طالب علموں کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قائد اعظم کے ساتھ رہتے رہتے انھیں سیاست کا بھی چسکا لگ گیا تھا۔ اس کے علاوہ گھر میں ایک ایسی بڑی لائبریری تھی جس میں دنیا کے ہر ادب اور ہر فن کی کتابیں تھیں۔ محترمہ فاطمہ جناح کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں گزرتا تھا۔ ادب اور سیاست پر انھوں نے میٹرکیولیشن تک بیسیوں

کتابیں پڑھ ڈالی تھیں۔

ان دنوں قائداعظم ہندوستانی قومی کانگریس کے بہت اہم رکن اور لیڈر تھے ان کے پاس ہر روز ہندوستان کے بڑے بڑے لیڈر اور بڑے سیاسی کارکن آیا کرتے تھے۔ محترمہ فاطمہ جناح ان کی باتیں بڑے غور سے سنتی تھیں یہ باتیں سنتے سنتے تاریخ ہندوستان سے ان کا شغف اور بڑھ گیا۔ ہندوستان کی سیاست سے ان کی دل چسپی دن بدن بڑھتی گئی۔

میٹریکولیشن کامیاب کرنے کے بعد ان کا سلسلہ تعلیم منقطع ہو گیا تھا اور وہ کچھ عرصہ گھر میں بے کار رہیں۔ لیکن ان کی زندگی کے ہنگاموں کی عادی زندگی بے کار نہ رہ سکی۔ قائداعظم کی اجازت سے انھوں نے دندان سازی کی فنی تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کیا اور اس کے لئے وہ کلکتہ چلی گئیں۔ پورے دو برس تک وہ دندان سازی کے ایک میڈیکل سکول میں زیر تعلیم رہیں۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۲۸ء تک انھوں نے بڑی محبت سے دندان سازی کا مکمل کورس پاس کر لیا۔

ان کے کراچی سے بمبئی آنے اور بمبئی سے کلکتہ جانے اور اس طرح ہندوستان کے دوسرے بڑے بڑے شہروں کی سیر و سیاحت سے علم کے ساتھ ساتھ تجربہ حیات میں بھی معتدبہ اضافہ ہوتا رہا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "سفر بھی ایک ذریعہ علم ہے"۔ موصوفہ کو یہ ذریعہ علم بھی میسر آیا۔ انھوں نے مختلف شہروں کا سفر کر کے

دنیا کو بڑھتے اور پھیلتے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ ہندوستان کے مختلف شہروں کی مختلف تہذیب، مختلف کلچر اور مختلف طریقۂ زندگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور بہت کچھ سیکھا۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں وہ کلکتہ سے بمبئی تشریف لے آئیں اور دو برس تک یعنی سنہ ۱۹۳۰ء تک دندان سازی کی پریکٹس کرتی رہیں ایک کھاتے پیتے متمول گھرانے کی لڑکی کے لئے یہ پیشہ ذریعہ روزگار نہ تھا بلکہ یہ بھی عملی زندگی کا ایک تجربہ تھا۔ اس طرح سنہ ۱۹۳۰ء تک محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی نہ صرف علم و فن بلکہ زندگی کے ٹھوس تجربات سے بھی مالا مال رہی۔ دندان سازی کی پریکٹس یوں سمجھ لیجئے کہ ایک بہانہ تھا ورنہ مقصود اس سے صرف یہ تھا کہ محترمہ فاطمہ جناح اس بہانے کے آڑ میں عملی زندگی کی حقیقتوں کو براہِ راست ملاحظہ فرماتی رہیں۔

(۵)

سنہ ۱۹۳۰ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح ہندوستانی قومی کانگریس کی جانب سے گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے یورپ تشریف لے گئے تو اپنی عزیز بہن کو بھی ساتھ لے گئے تاکہ انھیں بتائیں کہ اپنے دیس کے باہر کی دنیا اور یورپ کے ترقی یافتہ ممالک کیسے ہیں۔ یورپ اور انگلستان کے سفر نے محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا وہ ہمیشہ ان آزاد اور ترقی یافتہ ممالک کا مقابلہ اپنے غلام اور پسماندہ وطن سے کیا کرتی تھیں۔ اس سفر میں موصوفہ بہ نظر غائر یہ مطالعہ فرماتی رہیں کہ وہ کون کون سی چیزیں ہیں جن کی ہمارے وطن میں کمی ہے اور جن کے باعث ہمارا وطن غلامی اور رجعت کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہے۔ اس سفر کے دوران میں موصوفہ کو ہر قدم پر بڑے بھیانک تضاد کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

انھوں نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ ممالک تعلیم کے اعتبار سے کتنے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ ان ممالک کے باشندوں کا تعلیمی معیار کتنا بلند ہے اور ان کے

برخلاف ہمارے وطن کا تعلیمی معیار کیا ہے ——؟ انھوں نے دیکھا کہ انگلستان اور یورپ کے ملکوں میں عورتیں جتنی پڑھی لکھی ہیں اتنے پڑھے لکھے ہمارے وطن کے مرد نہیں ہیں۔ ان ملکوں میں ہمارے وطن کی طرح جہالت اور بے روزگاری کا دور دورہ نہیں ہے۔ ان ملکوں کے لوگ اتنے مفلس اور قلاش نہیں ہیں کہ سڑکوں پر بھیک مانگتے پھریں یا فٹ پاتھوں پر اور ٹوٹے پھوٹے اندھیرے جھونپڑوں میں زندگی گزار دیں۔ ان ملکوں کے باشندے اپنے وطن کے لوگوں کی طرح بیمار مریل اور کمزور نہیں ہیں۔ وہاں ہمارے وطن کی طرح انسانوں کی شرح اموات بجد کم ہے۔

ہر ملک کی سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی حالت کا بغور مطالعہ فرمانے کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کے ذہن میں صرف ایک ہی سوال باقی رہ گیا تھا کہ ایسا کیوں ہے اور ان ساری خرابیوں کا علاج کیا ہے ——؟

یورپ کے ہر ملک کی ترقی یافتہ حالت نے محترمہ فاطمہ جناح کو ایک ہی جواب دیا تھا۔ اور وہ تھا۔

"آزادی"

محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی میں ان کا انگلستان اور برِاعظم یورپ کا سفر بہت اہمیت رکھتا ہے بلکہ یہ سفر ان کی زندگی کا ایک انقلابی موڑ تھا۔ یہ سفر انہیں ہندوستان سے صرف انگلستان اور اقطاع یورپ نہیں لے گیا بلکہ یہ

ان کی غیر سیاسی زندگی سے سیاسی زندگی کی طرف ایک سفر تھا۔ اس سفر سے ان کی معلومات میں کافی اضافہ ہوا۔

انگلستان اور یورپ کے قیام کے دوران میں انھوں نے صرف یہ دیکھا کہ آزاد ممالک اور آزاد باشندے کیسے ہوتے ہیں بلکہ انھوں نے بڑی گہری نظر سے ان حقیقتوں کا بھی مطالعہ کیا کہ آزادی کو کس طرح برقرار رکھا جا سکتا ہے انھوں نے یوروپی سکول اور کالج دیکھے ان کے ذریعہ تعلیم اور طریقہ تربیت کا مطالعہ کیا انھوں نے صرف مشہور تاریخی مقامات کی سیر نہیں کی بلکہ وہاں کے عام انسانوں سے ملکر ان کا زندگی کے بارے میں ذاتی نقطہ نظر معلوم کیا۔ ان کے معیار زندگی، ان کے رہن سہن کے طریقوں کو جانچا پرکھا۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سب آزادی کی بدولت ہے ہندوستان بھی اسی وقت ترقی کر سکتا ہے اور مغربی ممالک کا مقابلہ کر سکتا ہے جبکہ اس کو مکمل آزادی مل جائے اپنے دماغ میں آزادی کا ایک نیا خاکہ لیکر آئیں۔ گول میز کانفرنس میں انھوں نے نہ صرف قائد اعظم کی بہن کی حیثیت سے شرکت کی بلکہ وہ سیاسی حد تک ان کی مشیر بھی تھیں قائد اعظم وقتاً فوقتاً ان سے مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔ گول میز کانفرنس میں انھوں نے ہندوستان کی صحیح رہنمائی کی۔ اور اپنے وطن کے لئے ترقی کے نئے اور ضروری ذرائع اور طریقے لیکر وطن واپس آئیں۔

پورے پانچ سال تک یورپ میں رہنے سے ان کی زندگی میں کایا پلٹ واقع ہو گئی تھی۔ ان کا ذہن گوناگوں سیاسی تجاویز سے مالا مال تھا۔ انھوں نے اپنے سفر کے مختلف تجربات کی روشنی میں اپنے وطن کے لئے کئی اسکیمیں مرتب کی تھیں۔

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہندوستان اور دیگر ایشائی ممالک سے انگلستان اور ممالک یوروپ جانے والے وہاں کی خیرہ کن تہذیب کی روشنی میں ایک لہو ولعب سے بھری ہوئی زندگی گذارتے ہیں۔ وہاں کی تہذیب میں اتنی رنگینیاں ہوتی ہیں کہ آدمی ان رنگینیوں میں ڈوب کر رہ جاتا ہے۔ مگر محترمہ فاطمہ جناح اپنے عظیم المرتبت بھائی کی طرح ان ساری رنگینیوں سے بے حد دور رہیں اور اپنا سارا وقت اور اپنی ساری نوجوانی انھوں نے سیاسی سماجی اور معاشرتی کاموں میں صرف کیں۔ محترمہ فاطمہ جناح جس وقت لندن گئی تھیں اس وقت ان کی عمر بہت ہی کم تھی۔ وہ عین عالم جوانی میں یوریپ تشریف لے گئی تھیں لیکن قدرت کو انھیں عام جوانوں سے مختلف ایک مثالی عورت اور ایک نمونۂ کردار بننا تھا اس لیے وہ وہاں کی تہذیب کے تالاب میں کنول کے پھول کی طرح تیرتی رہیں۔

(۶)

۱۹۳۵ء وہ قائداعظم کے ہمراہ لندن سے بمبئی واپس تشریف لے آئیں
۱۹۳۵ء میں قائداعظم محمد علی جناح آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب ہوئے اور محترمہ فاطمہ جناح کو کام کرنے کیلئے ایک بہت بڑا سیاسی ادارہ ایک بہت بڑا پلیٹ فارم اور ایک بہت بڑا سیاسی میدان ملا۔ انھوں نے مسلم لیگ اور کانگرس کے ہر جلسے میں شرکت کرنی شروع کر دی۔ ملک کی مختلف سیاسی تحریکات کا بغور مطالعہ فرماتی رہیں اور ساری توجہات آل انڈیا مسلم لیگ میں مرکوز کر دیں۔

ہندی مسلمانوں کی حالت نہایت پسماندہ تھی۔ ان میں تعلیم کا فقدان تھا جہالت عام تھی بے روزگاری اور افلاس خطرناک حد تک بڑھا ہوا تھا۔ بالخصوص مسلم عورتیں تو قوم کا عضو معطل ہو کر رہ گئیں تھیں۔ ان کی بے زبانی قابل رحم تھی ان دنوں محترمہ فاطمہ جناح کا نام نامی ایسا نظر آتا ہے جسے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان عورت زندہ ہے مسلمان خواتین کی چار دیواری کے باعث قوم کا آدھا حصہ بیکار اور مفلوج ہونے کے علاوہ ایک بوجھ بھی بن گیا تھا مسلمانوں نے پردہ کے معنی بہت

ہی غلط لیے۔ حالانکہ اسلام میں اتنا سخت پردہ نہیں ہے جتنا کہ آج کل کہا کہا جاتا ہے۔ فاطمہ جناح کا کہنا ہے کہ وہ خواتین کو علم جیسی دولت سے مالا مال دیکھنا چاہتی ہیں۔ انھوں نے ایک مثال دیکر پردہ کے مفہوم کو بہت اچھی طرح سمجھادیا۔ وہ کہتی ہیں کہ مرد کام کرتا ہے۔ سودا سلف لاتا ہے غرض یہ کہ اس کو دفتر اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گھر کا بھی پورا کام کرنا پڑتا ہے اگر اس کا انتقال ہو جائے تو پھر اس کا سارا خاندان فاقے کرنا لگتا ہے۔ اس لیے کہ گھر کا سارا دار و مدار اسی مرد پر تھا۔ اس کی بیوی پیٹ اور بچوں کی خاطر اپنی عصمت تک فروخت کرنے پر تیار ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک بھرا ہوا گھر برباد ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں محترمہ کا کہنا ہے کہ عورتوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیئے تاکہ وہ اپنی خودداری اور عزت نفس کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس لیے محترمہ فاطمہ جناح نے یہ بیڑا اٹھایا کہ وہ مسلمان خواتین میں معاشی، معاشرتی سماجی اور سیاسی بیداری کا کام کریگی اور حتی الوسع اس امر کی کوشش کریگی کہ قوم کا یہ نصف حصہ بھی اتنا باعمل اور کارآمد ہو جائے جتنا کہ مردوں کا حصہ ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی سیاسی زندگی کے آغاز سے قبل یہ عزم کر لیا تھا کہ ان کی زندگی ان کی اپنی زندگی نہیں بلکہ اپنی قوم اور اس کے زیر تخلیق وطن پاکستان کے لیئے وقف ہے اور اس وقت تک کے لیئے ان پر زندگی کے سارے عیش و آرام حرام ہیں:—

مادرِ ملت خاتون پاکستان کے متعلق قائداعظم نے ایک سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ فاطمہ جناح ہمیشہ میرے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آتی رہیں وہ میری مددگار بھی ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ برطانوی حکومت مجھے جیل نہ بھیجنا چاہتی تھی اس وقت میری بہن ہی نے میری کافی مدد کی اور ہمیشہ مجھے دلاسا دلاتی رہی۔ میری جو صحت اس وقت برقرار ہے صرف ان ہی کی شبانہ روز محنت اور نگرانی کا نتیجہ ہے۔" یہ تھے وہ الفاظ جو بابائے قوم نے مادرِ ملت کے متعلق کہا۔ اس سے صاف ظاہر ہو جائیگا کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کو چاہتی تھی۔ اور کس طرح ان کی نگرانی کرتی تھی وہ صرف محمد علی جناح کی نگرانی نہیں کر رہی تھی بلکہ وہ قائداعظم کی نگرانی کر رہی تھیں۔ بابائے قوم کی نگرانی کر رہی تھیں۔ انھیں اس کا کافی احساس تھا کہ قوم کو ان کے بھائی کی کتنی ضرورت ہے گویا اس طرح وہ پوری قوم کی نگہبان تھیں۔

موصوفہ نے جب سے میدان سیاست میں قدم رکھا اس وقت سے وہ اپنے اعلیٰ ترین سیاست داں بھائی کی رہنمائی اور مدد کی بدولت شب و روز سیاسی کاموں میں مشغول رہیں۔ خود قائداعظم مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

فاطمہ میرے سیاسی کاموں میں نہ صرف ایک نتھک ساتھی ہے بلکہ بعض اوقات اس کے مشوروں سے بھی میں مستفید ہوتا ہوں۔

محترمہ فاطمہ جناح عالم اسلام کی وہ خوش نصیب ہستی ہیں جنھیں ۲۷

گھنٹے قائد اعظم جیسے مشفق بھائی اور قائد اعظم جیسے عظیم الشان انسان کا ساتھ نصیب ہوا کبھی کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قائد اعظم کی زندگی محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی تھی اور محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی حضرت قائد اعظم کی زندگی ۔ عمروں کے تفاوت کے باوجود محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی حضرت قائد اعظم کی زندگی کے ساتھ اس قدر متوازی چلتی ہے کہ قائد اعظم کی زندگی ایک شخصیت کی سوانح نہیں بلکہ دو شخصیتوں کی سوانح ہے ۔

تاریخ انسانیت میں ان دونوں بھائی بہن کی محبت نہ صرف قابل رشک اہمیت کی حامل ہے بلکہ دنیا کے سارے بھائیوں اور بہنوں کیلئے ایک قابل تقلید خیال بھی ہے ۔

سنہ ۱۹۳۵ء سے سنہ ۱۹۴۷ء تک یعنی قیام پاکستان تک محترمہ فاطمہ جناح کی نجی اور سرکاری زندگی دونوں تاریخ پاکستان کے صفحات میں شمار کی جا سکتی ہیں ۔ وہ نہ صرف گھر سے باہر مسلم لیگ کی پر جوش سیاسی کارکن تھیں بلکہ ان کا گھر بھی بجا طور پر "مسلم لیگ" کہا جا سکتا ہے سیاست نہ صرف ان کے گھر کے باہر تھی بلکہ گھر کے ذرے ذرے میں بھی سیاست ہی سیاست رچی ہوئی تھی ۔ کیونکہ قائد اعظم نے اپنی زندگی کے سارے لمحے چوبیس گھنٹوں کا ایک ایک سیکنڈ مسلم لیگ کے لیے وقف کر رکھا تھا ۔ مالابار ہل بمبئی کی کوٹھی ہو یا دہلی کا جناح پیلس آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ہو یا قرارداد لاہور کی کانفرنس ۔ شملہ کانفرنس ہو یا لندن کانفرنس قائد اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی اخبار کا کالم تھی ، ریڈیو کی خبر تھی ۔ یا پھر تاریخ کا صفحہ تھی ۔

محترمہ فاطمہ جناح روزمرہ کی سیاست سے اتنی قریب رہی ہیں کہ پاکستان کی تاریخ کا ایک ایک لفظ انہیں یاد ہے۔ بلکہ پاکستان کی تاریخ کا ایک ایک لفظ ان کی آنکھوں کے سامنے لکھا گیا ہے اگر ہم اسے مبالغہ نہ تصور کریں اور اگر حقیقت کے شاعرانہ روپ کو مدنظر رکھیں تو بلا خوف ابطال و تردید یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ

"محترمہ فاطمہ جناح پاکستان کی تاریخ کے مورخوں میں سے ایک ہیں"

---

(۷)

۳ر جون ۱۹۴۷ء سے ہندوستانی سیاست میں ایک فیصلہ کن انقلاب آتا ہے۔ مسلم لیگ اور قائد اعظم کی راہ نمائی میں ہندوستان میں بسنے والی مسلمان قوم کا ایک علیحدہ وطن کا مطالبہ اپنی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ ماؤنٹ بیٹن پلان کا اعلان سرکاری طور پر ہو جاتا ہے۔ اس اہم فیصلے کے وقت جب کہ ہندوستان کی تقسیم ہو رہی تھی۔ قائد اعظم ایک ہمہ وقتی بیدار دماغ کے ساتھ اس پلان کے ایک ایک لفظ کی تشریح میں ہمہ تن مصروف تھے اس وقت قائد اعظم کے پاس سوائے محترمہ فاطمہ جناح کے اور کوئی نہ ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف ایک شفیق بہن بلکہ ایک دستوری مشیر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ اس دوران میں قائد اعظم کو تر و تازہ رکھنے کے لئے وہ چائے اور دیگر مشروبات کا بھی خود ہی انتظام کرتی تھیں اور ماؤنٹ بیٹن پلان کی افہام و تفہیم کے ضمن میں بیشتر تحریری کام بھی خود ہی انجام دیتی تھیں۔

محترمہ فاطمہ جناح کے سامنے ان دنوں ہمیشہ ملک کا نقشہ پھیلا رہتا تھا۔

اور وہ ایک ماہر جنرنیل کی طرح ہندوستان اور پاکستان کی بننے والی سرحدات کے ایک ایک گاؤں ایک ایک آبادی اور ایک ایک شہر کی جغرافیائی، تاریخی، معاشی و معاشرتی اور سیاسی اہمیت سے واقفیت حاصل کر رہی تھیں سنا گیا ہے کہ ماونٹ بیٹن پلان کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کو بالخصوص بنگال اور پنجاب کے سلسلہ میں Map Reading میں اتنی مشق ہو گئی تھی کہ بنگال اور پنجاب کی سرحدات کے ایک ایک اہم گاؤں کا نام انھیں ازبر یاد ہو گیا تھا۔

ان شب و روز کی ذہنی اور جسمانی مشقت کی شدت کے باعث محترمہ کئی بار معمولی طور پر بیمار بھی ہوتی رہیں لیکن اب چونکہ ان کا دماغ اور ان کا جسم قوم کا دماغ اور قوم کا جسم بن گیا تھا اس لئے ان کی طرف سے انھوں نے حد درجہ لاپرواہی بھی برتی۔

اُن دنوں ہندوستان کے سارے دس کروڑ مسلمانوں کی نگاہوں کا ایک ہی مرکز تھا۔ جہاں قائد اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح ایستادہ تھے۔ مسلم عوام نے ہر دو شخصیتوں میں اپنا سارا یقین و اعتماد مجتمع کر دیا تھا اور ایک کھلے اور سادہ دل سے انھیں اپنا ذمہ دار نمائندہ تسلیم کر لیا تھا۔

خدا خدا کر کے اعلان قیام پاکستان ہوا۔ اور انتقالِ آبادی کی مہم شروع ہو گئی۔ لیکن بیرونی سامراج کا یہ نصب العین لڑاؤ اور حکومت کرو پھر ایک بار پوری شدت سے اُبھرا۔ بیرونی سامراج جو ایک طرف قیام پاکستان کی حامی

تھی دوسری طرف دوسری قوم کے "مخالف پاکستان" جذبے کو بھی ہوا دے رہی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلکتہ، نواکھالی، بہار، بمبئی، لاہور، امرتسر، جالندھر، پٹیالہ، الور، بھرت پور، گوالیار، ناگپور حتیٰ کہ ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی میں بھی فرقہ وارانہ فسادات کی ہولناک آگ بھڑک اٹھی۔ سارے ملک میں پرامن انتقال آبادی کے بجائے پریشان کن بھگدڑ مچ گئی۔ ہندو، سکھ اور مسلمان ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیل کر جشن آزادی منا رہے تھے۔ فرقہ واری جنون نے "آزادی" کے بجائے "بربادی" عطا کی۔ کلکتہ سے لے کر دہلی تک اور دہلی سے لے کر لاہور تک، لاہور سے لے کر بمبئی تک سارا ملک انسانیت کی قتل گاہ بنا ہوا تھا۔ غریب اور بے گناہ انسانوں کے لاشوں کے ڈھیر کے ڈھیر آبادیوں میں، سڑکوں پر کھیتوں میں اور میدانوں میں بے گور و کفن پڑے ہوئے تھے۔ ہندوستان کے ان بازاروں میں جہاں کل تک مشرقی تہذیب اور مشرقی آداب و اخلاق کی نمائش ہوتی تھی وہاں اب بے زبان اور مجبور عورتوں کے برہنہ جلوس نکالے جا رہے تھے۔ دخترانِ ہندوستان جو عفت و حیا میں ساری دنیا میں مشہور تھے۔ ان کی سر بازار منظر عام پر، مقدس مقامات میں زبردستی آبرو ریزی ہو رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کے پھول جیسے جسموں کو بھی تلوار، نیزے، بھالے کرپان، بندوق اور بم چھلنی کر رہے تھے عجیب افراتفری، عجیب شور

برپا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا وہ قیامت جس کے آنے کی ہر مذہب نے پیشین گوئی کی تھی۔ وہ آچکی ہے۔

سارا ہندوستان جل رہا تھا۔ گھر، مکان، دوکان، مسجد، مندر سب کچھ ــــ ہر طرف آگ ہی آگ تھی۔ ہر طرف چیخیں ہی چیخیں تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے گنگا اور راوی کے دامن میں انسان ہمیشہ کے لئے مر چکا ہے۔

اسی اندھیرے میں اسی ہنگامہ ہاؤ ہو میں تباہ و برباد پریشان حال مسلمانوں کو دریائے راوی اور دریائے سندھ کے ساحلوں پر آباد ایک نئی اور روشن آبادی نظر آئی۔

"پاکستان"

"پاکستان زندہ باد"

مسلمان جوق در جوق لٹے ہارے تباہ حال پاکستان پہنچنے لگے۔ فرقہ وارانہ فسادات نے پاکستان کے نوزائیدہ ملک کی حالت بھی بڑی ابتر کر رکھی تھی۔ اس لئے مہاجرین کو فوراً ہی ایسا آرام میسر آنا مشکل تھا جیسے کہ ان کو اپنے چھوڑے ہوئے گھروں میں میسر تھا۔ مگر پھر بھی پاکستان کی خاطر ہر ممکن قربانیاں دینے والے مہاجرین بڑے صبر و استقلال سے نئی اور از سر نو شروع ہونے والی زندگی کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اس وقت ان کی ہمت بڑھانے والی صرف دو ہستیاں تھیں۔

ایک قائد اعظم

اور دوسرے فاطمہ جناح

فاطمہ جناح مہاجرین کے تباہ حال قافلوں کو دیکھ دیکھ کر رو پڑتی تھیں اور وہ ایک ماں کی سی مامتا اور بہن کی سی شفقت لے کر ان مہاجرین کے قافلوں اور کیمپوں میں جاتی تھیں۔ ان کی ہر طرح ہر ممکن مدد فرماتی تھیں زبانی ہمدردی، سچے آنسو اور نیک دعاؤں کے علاوہ رقمی اور مالی مدد کرنے میں بھی انھوں نے کبھی دریغ نہیں فرمایا۔ انھوں نے عزم کر لیا کہ جب تک ان کے یہ مصیبت زدہ، فلاکت زدہ مہاجر بھائی اور بہنیں زندگی کا قرار حاصل نہیں کر لیتیں اس وقت تک وہ چین سے نہ بیٹھیں گی۔ انھوں نے رات دن کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو مہاجرین کے قافلوں اور مہاجرین کے کیمپوں کے لئے وقف کر دیا۔

محترمہ فاطمہ جناح کو مہاجرین سے ایک پر خلوص ہمدردی بلکہ سچا عشق ہے۔ ایک بار انھوں نے اپنی تقریر میں مہاجرین کے بارے میں فرمایا تھا۔

> "جب تک یہ تمام خانماں برباد مہاجرین آباد نہ ہو جائیں ہمارا مقصد حیات مکمل نہیں ہو سکتا۔ ہم بڑی بڑی خدمات اسی وقت سرانجام دے سکتے ہیں جب کہ ذاتی طور پر ہم اپنی ضروریاتِ زندگی سے خارج

ہو جائیں اس میں شک نہیں کہ ان پاکستانیوں نے
(مہاجرین نے) لاتعداد تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ انھوں
نے اس انقلاب کا جس طرح مقابلہ کیا وہ لائق تحسین
ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ ان کے مسئلوں و آرام
کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ اور ان کے بچوں کی
تعلیم و تربیت کا خاص طور پر خیال رکھیں تاکہ آگے
چل کر یہ پاکستان کے مفید شہری ثابت ہوں"

محترمہ فاطمہ جناح کی ایسی بیسیوں تقریریں ہیں جن میں آپ نے پاکستان کے انصاریوں اور دیگر خوش حال پاکستانیوں سے اپیلیں کی ہیں کہ وہ مہاجرین کی آباد کاری اور بحالی میں ان کا اور حکومت پاکستان کا پوری طرح عملی طور پر ہاتھ بٹائیں۔

محترمہ فاطمہ جناح آج بھی کئی مہاجر انجمنوں کی سرپرست ہیں۔ ہمیشہ ان کی آباد کاری، بحالی اور ترقی کی نئی نئی اسکیمیں بناتی ہیں۔ قیام پاکستان سے اب تک انھوں نے ہزاروں غریب مہاجرین کے لئے روزگار کا بندوبست فرمایا۔ بالخصوص عورتوں اور بچوں کی انجمنیں تو خاص طور پر قائم فرمائی ہیں جہاں مصیبت زدہ عورتوں کو دوبارہ زندگی کی طرف لانے کے لئے نئے نئے کام شروع کئے گئے ہیں۔ انھیں تعلیم دی جاتی ہے کپڑا بننا، کشیدہ کاری اور دیگر امور

خانہ داری کی باضابطہ تربیت دی جاتی ہے۔ بیوہ عورتوں کو ایک خود مختار اور باعزت زندگی گزارنے کے لئے موزوں روزگار فراہم کئے جاتے ہیں۔

پاکستان کی ہر عورت خواہ وہ بے چاری مصیبت زدہ مہاجر ہو یا خوشحال انصاری خاتون ——— محترمہ فاطمہ جناح کے لئے اپنے دل میں بڑی عزت اور مرتبہ رکھتی ہے۔ ہر خاتون اپنے گھر میں قائد اعظم کی تصویر کے ساتھ ساتھ محترمہ فاطمہ جناح کی تصویر بھی گھر کی رونق بڑھانے کے لئے دیوار پر آویزاں کرتی ہے۔ یا مینٹل پیس پر سجاتی ہے۔

جب بھی فاطمہ جناح کسی جلسۂ عام کو مخاطب کرنے والی ہوتی ہیں ——— پاکستان کے ہر شہر، ہر گاؤں اور ہر آبادی کی ساری عورتیں ان کو دیکھنے اور ان کی میٹھی میٹھی باتیں سننے کے لئے ہجوم در ہجوم جمع ہوتی ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح نے ایک بار کراچی میں خواتین کے ایک عظیم الشان اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"کسی قوم کا نشان پوری آن بان سے صرف اسی وقت لہرا سکتا ہے جب کہ اس قوم کی عورتیں سچائی اور نیک ارادے سے اس کی ترقی کے لئے آمادہ ہوں۔ قوم کی بہبودی اور ترقی کے لئے عورتیں بہت کچھ کر سکتی ہیں در اصل آپ ہی ملک اور قوم کی قسمت کی مالک

ہیں۔ قوم کے نونہالوں کی صحیح تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری
آپ ہی پر موقوف ہے۔"

تقریروں اور اخباری بیانات کے علاوہ خانگی گفتگو میں بھی محترمہ فاطمہ جناح اسی خیال کا اظہار فرماتی ہیں کہ۔

مسلمان قوم کی ترقی کی رفتار کے سست پڑ جانے کا ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اس کی عورتوں پر ترقی کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں اسے بالکلیہ غیر اسلامی اور غیر شرعی طور پر کہنہ رسوم و رواج کی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔"

عورت کو کبھی جاہل نہ رہنا چاہیئے اس لیے کہ وہ قوم کو پیدا کرتی ہے وہ ایک پیامبر ہے۔ تعلیم کے متعلق محترمہ فاطمہ جناح کہتی ہیں کہ جب تک عورت علم حاصل نہیں کرتی تب تک اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔ علم کی بدولت عورت میں قوت کردار، بلند حوصلہ، خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ تعلیم کے بعد ہی عورت غلط رسم و رواج سے کنارہ کشی کر کے ایک سادہ اور سعی اسلامی زندگی اختیار کر سکتی ہے۔ قدرت نے عورت کا مرتبہ بہت بلند کر رکھا ہے اس لحاظ سے اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں عورتیں اگر میدانِ عمل میں آجائیں اور صحیح طریقہ پر مردوں کا ہاتھ بٹائیں تو ملک کا بڑا بوجھ ہلکا ہو سکتا ہے۔ ہر عورت میں سے پہلے جہالت دور کرنی چاہیئے جب جہالت دور ہو گئی تو

علم کی روشنی میں ہر عورت اپنی بھلائی و برائی کے متعلق غور کر سکے گی۔ تعلیم
کے باعث اس میں خود اعتمادی اور عزت نفس کے تخیلات پیدا ہونگے اور وہ
ایک مضبوط کردار کے ہتھیار سے مسلح ہونگی۔ جب یہ ہتھیار عورت کے پاس ہوگا
تو وہی اس کا سب سے بڑا پردہ ہوگا۔ اس وقت مرد عورت کی عزت
کا محافظ نہیں ہوگا بلکہ عورت اپنی محافظ آپ ہوگی —— اسے کوئی نظر بد
سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکیگا کیونکہ ایک اعلیٰ اور صاف ستھرے کردار کے باعث
اس کے چہرے پر ایک عجیب قسم کا نور پیدا ہو جائے گا جو برقع کے نقاب سے
زیادہ پائیدار ہوگا۔

چنانچہ اس ضمن میں خود محترمہ فاطمہ جناح نے بچپن ہی سے صحیح تعلیم و تربیت
اور ایک اعلیٰ اور قابل خیال کردار حاصل کیا تھا اور انھوں نے عملی زندگی میں
حصہ لیکر عورت کے مقام کو اور بلند کر دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ عورت اگر چاہے
تو بہت کچھ کر سکتی ہے ان کی ساری زندگی بڑی مقدس رہی ہے ان کا کردار
بیحد اُجلا صاف ستھرا اور چمکدار رہا ہے۔ محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی پاکستان
کی ہر عورت کے لیئے ایک خیال ہے ایک نمونہ ہے ایک سبق ہے ایک کتاب
ہے۔

(۸)

محترمہ فاطمہ جناح کی قومی خدمات بالخصوص قوم کے دو بڑے طبقوں کی طرف منعطف رہی ہیں۔ ایک عورتوں کا طبقہ دوسرا بچوں کا طبقہ۔ کیونکہ یہ دونوں طبقے مردوں کے مقابلے میں زیادہ پسماندہ حالت میں رہے ہیں۔ اگر ہماری قوم میں مردوں کے سیاسی نشوونما کے ساتھ ساتھ عورتوں اور بچوں کی سیاسی تربیت کی طرف شروع ہی سے توجہ کی جاتی تو آج ہمیں قوم کے یہ دو بڑے طبقے اس طرح بیکار اور مفلوج نہ ہوتے اور پاکستان اور زیادہ ٹھوس بنیادوں پر تعمیر ہوتا۔

اس ضمن میں بالخصوص بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ توجہ دینی ضروری تھی۔ لیکن چونکہ مائیں خود جہالت اور فرسودگی کے سائے میں چھپی ہوئی تھیں اسی لئے بچوں پر بھی اس کا اثر پڑنا ضروری تھا۔ اور اب پاکستان بننے کے بعد بھی ہم بڑی مایوس نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسل کی ایسی موزوں خاطر خواہ اور ضروری تعلیم و تربیت نہیں ہو رہی ہے۔ جو کہ

پاکستان کی آنے والی نسل کی شایانِ شان ہو۔ اور بسا اوقات موجودہ صورت حال کو دیکھکر تھوڑی دیر کے لئے مایوسی اور قنوطیت بھی ہم پر طاری ہو جاتی ہے۔

ملک میں ابھی مفلسی اور فلاکت کا دور دورہ ہے۔ تعلیم بہت مہنگی ہے۔ نہ تعلیم عام ہے اور نہ مفت ہے۔ جس کے باعث ہماری قوم کے بیشتر نادار اور غریب لوگ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے۔ اور انھیں بچپن ہی سے چھوٹے چھوٹے کاموں اور چھوٹی موٹی مزدوریوں پر لگا دیتے ہیں۔ نہیں معلوم اس طرح کتنے لاکھوں ذہین بچے جو کل پاکستان کی قومی مشینری کے مفید کل پرزے ثابت ہو سکتے ہیں یوں افلاس اور عدم تعلیم کے باعث ضائع ہو جاتے ہیں۔ افلاس اور تنگدستی کے باعث کتنے باپ اپنے بچوں کی ذہانت پر ہوٹلوں کی نوکری اور بوٹ پالش کی مزدوری کو مسلط کر دیتے ہیں۔

لیکن محترمہ فاطمہ جناح جن کے لئے ساری قوم کے افراد بچوں کی طرح ہیں۔ قوم کے ان نونہالوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی طرف پوری توجہ اور پوری شفقت کے ساتھ متوجہ ہیں۔ ان کا یہ نقطۂ نظر بالکل صحیح ہے کہ اگر پاکستان کو صحیح ایک مضبوط اور طاقتور ملک بننا ہے تو اس کو آنے والی نسل کے ایک ایک بچے کو ذہنی اور جسمانی طور پر

مضبوط اور طاقتور بننا پڑے گا ——— جس طرح آج کا بچہ کل کا بڑا آدمی ہے۔ بالکل اسی طرح آج کا چھوٹا پاکستانی کل کا بڑا پاکستانی ہے پھول کلی سے پھول بنتا ہے۔ اور پھولوں کے باغ میں کلیوں کی شگفتگی کے لئے مناسب نگہداشت کی ضرورت ہے۔

اسی لئے محترمہ فاطمہ جناح گلشن پاکستان کا سدا بہار بنانے کے لئے اس کی ایک ایک کلی ایک ایک غنچہ کے لئے اپنے دل میں بے پناہ محبت رکھتی ہیں۔

ایک بار پاکستان کے ایک مقامی اخبار میں بچوں کے صفحات پر محترمہ فاطمہ جناح کا ایک پیغام پاکستانی بچوں کے لئے چھپا تھا جس سے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح کی نظر میں پاکستانی بچوں کی کیا اہمیت ہے۔

وہ پیغام یہ ہے۔

فلیگ اسٹاف ہاؤس

کراچی

عزیز نونہالو!

اب جب کہ سیاسی ہنگامہ آرائیاں ختم ہو چکی ہیں اور تمھاری زندگی غلامی کے تاریک زنداں

سے نکل کر آزادی کے پُربہار چمن میں قدم رکھ چکی ہے۔ میں تمھیں یہ پیام دینا چاہتی ہوں کہ تم ہماری سب سے بڑی اور زندہ دولت اور قوم کا عزیز ترین سرمایہ ہو۔ تمھارے بزرگوں اور تمھارے پس ماندہ ساتھیوں کے مقابل تمھارا ماحول ہر طرح پاک وصاف اور حوصلہ افزا ہے۔ تمھارا ایک شاندار ماضی رہا ہے اور ایک شاندار مستقبل کی تعمیر کے لئے تمھیں پورے مواقع حاصل ہیں۔ تم ہی قوم کی امید ہو۔ اسلام اور پاکستان کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرو۔ برے ماحول سے احتراز اور اچھی صحبت کی تلاش کرو۔ اپنے مسائل کی نسبت غور و فکر کی عادت ڈالو اور پاکستان کے شایانِ شان شہری بننے کی پوری سعی کرو۔

محبت اور ہمدردی، شجاعت اور خوش خلقی، مروت اور رواداری تمھاری صفات ہونی

چاہئیں خود کو جوہر کردار سے آراستہ کرو۔
اسکول میں ہوں یا گھر پر اساتذہ اور والدین
کی اطاعت کرو اور ضبط و نظم کو اپنا شعار بناؤ۔
اپنی ذہنی و جسمانی قوی کو ترقی دو۔ اپنی نظر کو
وسیع اور بلند رکھو۔ وقت کی قدر کرو اور تعلیم
اور کھیل کود کے ساتھ ساتھ مطالعہ کی بھی ضرور
عادت ڈالو۔ مجاہدین اسلام کے کارنامے اور
ان کی بصیرت افروز داستانیں پڑھو اور
غور کرو کہ ہر طرح کی بے سروسامانی کے باوجود
انھوں نے کس سرعت کے ساتھ اسلام کے علم
کو دنیا کے طول و عرض میں نصب کر دیا۔ تم کو
بھی پاکستان کا بازوئے شمشیر زن بننا اور اپنے
اسلاف کے کارناموں کو آگے بڑھانا ہے۔ تم
جس قدر جلد اپنی اس منزل مقصود کا احساس
اور رخ کر سکو بہتر ہے۔

شرح دستخط ”فاطمہ جناح
۲۷ جون ۱۹۴۹ء

اس قابل قدر پیغام سے پتہ چلتا ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح پاکستانی بچوں کے بارے میں کتنی پر امید ہیں۔ اور ان چھوٹے چھوٹے بچوں کے روپ میں انھیں پاکستان کی آنے والی قوم کتنی شاندار نظر آ رہی ہے محترمہ فاطمہ جناح بچوں اور طالب علموں کی بھی کئی انجمنوں کی سرپرست ہیں اور ان سے ان کا قلبی لگاؤ ہے۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کے علاوہ محترمہ فاطمہ جناح بڑی عمر کے طالب علموں اور طالبات کی راہ ترقی میں بھی ایک روشن مینار کی طرح جگمگاتی ہیں وہ ان کی فلاح و بہبود میں بھی اسی طرح کوشاں ہیں جس طرح اپنے دیگر سیاسی کاموں میں۔ ابھی حال ہی میں محترمہ فاطمہ جناح حیدر آباد سندھ کے دورے پر تشریف لے گئی تھیں اور وہاں گورنمنٹ کالج کے طلباء کے سپاسنامے کا جواب دیتے ہوئے موصوفہ نے تقریر فرمائی تھی کہ

"مجھے طلبا سے ملنے اور ان کی ہمت افزائی کرنے میں بڑی مسرت ہوتی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ تیز رفتاری کے ساتھ منازل عروج طے کریں اور تمام ضروری تعلیم و تربیت حاصل کریں تاکہ آگے چل کر آپ ملک کی راہنمائی اور آئندہ ذمہ داریوں کا بوجھ سنبھال سکیں۔"

محترمہ نے مزید یہ فرمایا تھا

"تعلیم کا صرف یہ مطلب نہیں کہ ڈگریاں اور ڈپلومے حاصل ہو جائیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تازہ ترین معلومات سے طالب علم کا ذہن معمور رہے۔ کیریکٹر کی بلندی حاصل کرنا بھی طالب علم پر فرض ہے۔ اس لئے کہ قومی ترقی کی بنیاد یہی چیز ہے"

موصوفہ نے طلبہ کو یہ گراں قدر مشورہ دیا تھا کہ

اپنے ذہن میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیجئے مملکت کی تعمیر و ترقی کے لئے ضروری ہے کہ آپ غلامانہ ذہنیت سے نجات حاصل کریں اور زندگی کی اعلیٰ انسانی قدروں کو اپنانے کی کوشش کریں۔ قائد اعظم نے پاکستان کو عظیم اور طاقتور مملکت بنانے کی جو آرزوئیں اور تمنائیں ظاہر کی تھیں۔ طلبا ان کے مظہر ہیں۔ میری خواہش ہے کہ آپ قائد اعظم کی توقعات اور آرزوؤں کو پورا کریں۔

(اقتباس تقریر گورنمنٹ کالج حیدرآباد ۱۷ر جنوری ۱۹۵۰ء)

محترمہ فاطمہ جناح کو عورتوں، ننھے بچوں اور بڑی عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان پڑھ بالغوں کی تعلیم سے بھی بڑی دلچسپی ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے کئی مفید علمی اقدامات بھی کی ہیں۔ ابھی اپنے حالیہ دورۂ حیدر آباد سندھ میں انھوں نے ایک پبلک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے تعلیم یافتہ نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ تعلیم بالغان کی مہم کی طرف پوری تندہی کے ساتھ توجہ دیں اور اس مہم کو پورے جوش کے ساتھ چلائیں تاکہ ملک اور قوم سے جہالت کا خاتمہ ہو۔

پاکستان قوم کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں محترمہ فاطمہ جناح کی یہ پرخلوص مساعی تاریخ پاکستان میں آب زر سے لکھے جانے کی قابل ہیں۔

(۸)

محترمہ فاطمہ جناح پاکستانی صحافت کی بھی ایک خاموش مشیر ہیں۔ آئے دن پاکستان اور بیرون پاکستان کے صحافی، جریدہ نگار، اخباری نمائندے، ان سے ملتے ہی رہتے ہیں۔ آج تک کوئی ملکی یا غیر ملکی صحافی جریدہ نگار یا اخباری نمائندہ ایسا نظر نہیں آیا جس نے محترمہ فاطمہ جناح کی خوش خلقی، ذہانت، قابلیت اور حاضر جوابی کی تعریف نہ کی ہو۔ جو بھی ان سے ملنے جاتا ہے وہ بڑی خندہ پیشانی اور پُر شفقت مسکراہٹ کے ساتھ اس سے ملتی ہیں توجہ سے اس کی باتیں سنتی ہیں۔ اس کے سوالات کے مکمل اور جامع جواب دیتی ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح بڑی حد تک موجودہ پاکستانی صحافت سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ صحافت کسی قوم کی زبان ہوتی ہے۔ اور اس کو بڑی ذمہ دار اور بڑی صداقت پسند ہونا چاہئے۔ صحافت کسی قوم کو اور اس کی حکومت کو اپنی بے لاگ اور تعمیری نکتہ چینیوں سے صحیح راستہ دکھاتی ہے۔ اس لحاظ

سے صحافت میں اور ایک ذمہ دار راہ نمائے قوم میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ صحافت ایک قومی آواز ہوتی ہے۔ یا پھر عوام اور حکومت کے درمیان بندھا ہوا ایک مضبوط رشتہ ــــــ

چنانچہ پاکستانی صحافت کو صحیح راستہ پر آنے کے لئے انھوں نے اخبار جنگ کے استقلال نمبر کے ذریعے پاکستان کے سارے اخباروں، جریدوں اور رسالوں کو ایک بہت ہی قیمتی مشورہ دیا تھا۔

"قلم تلوار سے زیادہ قوی ہے۔ اور پراپگنڈے کے جدید دور میں ملک اور اس کے لاکھوں اشخاص کی قسمتوں کو بنانے میں اس کا حصہ نہایت ہی اہم ہے اور اس لحاظ سے صحافت کی ذمہ داری بھی بیش از بیش ہو گئی ہے۔

مجھے امید ہے کہ "جنگ" اپنے ملک اور عوام کی خدمت کے مقصد واحد کے تحت ہمیشہ اپنی رائے کو بے باکی، صداقت اور آزادی کے ساتھ ظاہر کرے گا۔ اور اس بات کی بطور خاص سعی کرے گا کہ صحافت کی اعلیٰ روایات کو برقرار رکھا جائے جس کا موجودہ ایام میں بڑا فقدان ہے۔"

فاطمہ جناح

اس پیام کے ذریعے ہم بہ آسانی محترمہ فاطمہ جناح کے ان خیالات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ موصوفہ قومی ترقی کے لئے صحافت کو کتنا اہم درجہ عطا فرماتی ہیں۔ اس پیام میں سب سے زیادہ غور طلب یہ جملہ ہے کہ

"ملک اور عوام کی خدمت کے مقصد واحد کے تحت ہمیشہ اپنی رائے کو بے باکی، صداقت اور آزادی کے ساتھ پیش کیا جائے۔"

اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح پاکستانی عوام اور ان کی زبان صحافت کو پوری پوری آزادی رائے استعمال کرنے کی ہدایت فرماتی ہیں۔ وہ ہرگز یہ نہیں چاہتیں کہ صحافت کسی اندرونی یا بیرونی دباؤ یا کنٹرول کے تحت دب کر گھٹ کر صداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ وہ تو یہ مشورہ دیتی ہیں کہ صحافت کو پوری بے باکی کے ساتھ اظہار رائے کرنی چاہیے۔ تاکہ عوام کے حقیقی اور صحیح جذبات کی مؤثر ترجمانی ہو سکے

قائداعظم نے پاکستانی صحافت کو جو منشور آزادی عطا کیا ہے وہی منشور آزادی لفظاً بہ لفظ محترمہ فاطمہ جناح کے پاس بھی ہے وہ پاکستانی صحافت کو اسی طرح حق گو بیباک اور تعمیری نقاد دیکھنا چاہتی ہیں۔ تاکہ ہماری قومی صحافت بھی دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی صحافت بھی دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی صحافت کی ہم پلہ اور ہم مقابلہ ہو جائے۔

محترمہ فاطمہ جناح چاہتی ہیں کہ ہماری صحافت بھی مغربی صحافت کی طرح تمام سیاسی پارٹیوں سے الگ ہو۔ صحافت چونکہ (fovrth realm) ہے اس لیئے یہاں کے صحافی بھی اسی کو پیش نظر رکھکر کام کریں تو اس نئی مملکت کے لیئے بہت بڑے رہنما بن سکتے ہیں اس لیئے وہ ہمیشہ صحافت کو ایک قومی آواز بنانا چاہتی ہیں۔

(۱۰)

محترمہ فاطمہ جناح یوں تو بچپن ہی سے زبان گجراتی میں بات چیت کیا کرتی تھیں اور اس کے بعد انگریزی کانونٹ میں پڑھتی رہیں اس لیئے اردو زبان سے شدھ بدھ طریق پر واقف ہو سکیں۔ آپ کی مادری زبان گجراتی تھی۔ اور چونکہ اس زمانہ میں صوبائی زبان بھی گجراتی تھی۔ ماحول بھی گجراتی زبان ہی کا تھا اس لیئے وہ اردو کی بجائے گجراتی زبان سیکھ گئیں اور وہ گجراتی زبان میں اچھی طرح سے بول اور لکھ سکتی ہیں۔ قیام پاکستان سے قبل اردو زبان قائدِ اعظم کی طرح محترمہ فاطمہ جناح کے لئے ایک اجنبی زبان رہی مگر قیام پاکستان کی تحریک کے سلسلہ میں جب قائد اعظم نے اپنے عوام سے اپنے آپ کو قریب تر لانے اور اپنے عوام کے خواہشات کا احترام کرنے کے لئے عوام کی زبان اردو سیکھنی شروع کی تو محترمہ فاطمہ جناح بھی اپنے "گھریلو سکول" کی ایک محنتی اور مستعد طالبہ بن گئیں۔ وہ بڑے ذوق و شوق اور بڑے شغف سے از سر نو اردو پڑھنے لگیں اور اب نوان کی یہ حالت ہے کہ وہ اردو میں اچھی طرح بول اور لکھ بھی سکتی ہیں چنانچہ راقم الحروف نے جس وقت آٹوگراف بک پیش کی تو منس کر اردو میں دستخط فرما دیئے

اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ میں اس لیے اردو میں دستخط کر رہی ہوں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں اردو بہت اچھی طرح جانتی ہوں، وہ اردو اخبارات کا مطالعہ بھی کرتی ہیں اور روزانہ اردو لکھنے کی مشق بھی کرتی ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد جب قائد اعظم نے علی الاعلان یہ فرمان نافذ کیا کہ مجھے واضح طور پر کہنے دیجیے کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی کوئی دوسری زبان نہیں۔ ہر وہ شخص جو غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے یقیناً پاکستان کا دشمن ہے۔ ایک سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم نہ تو مربوط رہ سکتی ہے نہ اپنا کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکتی ہے دوسرے ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈال لیجیے آپ کو معلوم ہو جائے گا جہاں تک سرکاری زبان کا تعلق ہے پاکستان کی زبان اردو ہوگی (ڈھاکہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء)

قائد اعظم نے اس فرمان کے دو دن بعد ڈھاکہ ہی میں ایک تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"ایک ملک میں صرف ایک ہی مشترکہ زبان ممکن ہے دراصل زبان ہی ہے جو ایک حکومت کے مختلف صوبوں کے درمیان اظہار خیال کا واحد ذریعہ ہے اور وہ زبان اردو ہونی چاہیے۔ کوئی دوسری زبان اس کی جگہ نہیں لے سکتی۔

(ڈھاکہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء)

قائد اعظم کے اس فرمان کو نہ صرف پوری قوم نے سنا بلکہ ان کی عزیز بہن نے بھی اس قائد کی قوم کے ایک فرد کی طرح اس فرمان کو سرآنکھوں پر رکھا اور بڑی محنت سے اردو زبان سیکھنے لگیں؟ اس زمانے میں دریافت سے پتہ چلا ہے کہ قائد اعظم اور محترمہ فاطمہ جناح آپس میں کبھی کبھی بڑے دل چسپ انداز میں اُردو میں گفتگو کرتے تھے۔ کبھی کبھی وہ ایک دوسرے کے لہجے اور تلفظ کی بھی غلطیاں پکڑتے تھے۔ قائد اعظم اور محترمہ جناح سے قربت کا شرف رکھنے والوں کا بیان ہے کہ دونوں کی زبان سے جو اردو بات چیت سنی جاتی تھی وہ بے حد معصومانہ انداز رکھنے کے باوجود بڑی میٹھی ہوا کرتی تھی۔

آج محترمہ فاطمہ جناح کافی حد تک صاف اردو بول سکتی ہیں انھوں نے کچھ کچھ لکھنا بھی سیکھ لیا ہے۔ ان کے اردو کے دستخط تو ہر شخص نے پاکستانی اخبارو میں چھپنے والے بیانات کے نیچے ضرور ملاحظہ کئے ہوں گے۔

بہرحال قیام پاکستان کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کی محبوب ترین زبان اُردو ہی ہے۔

---

(۱۱)

محترمہ فاطمہ جناح اپنی اکثر و بیشتر تقریروں میں اپنی قوم کو اُردو پڑھنے اُردو بولنے اور اردو کو فروغ دینے کی ہدایات فرماتی ہیں. کیونکہ ان کے خیال کے مطابق اُردو ہی میں سرکاری زبان بننے کے علاوہ قومی اور مشترکہ زبان بننے کی صلاحیت ہے. کیونکہ اُردو پاکستان کے ہر صوبے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ــــــ اس لئے یہی وہ واحد زبان ہے جو پاکستان کی وحدت اور اکائی کو برقرار رکھ سکتی ہے. جو لوگ صوبہ واری زبانوں کو اردو پر ترجیح دیتے ہیں محترمہ فاطمہ جناح کا خیال ہے کہ ان کی یہ حرکت شر انگیز ہے اور پاکستان کو نقصان پہنچا سکتی ہے ــــــ اور اس طرح سے پاکستان میں ایک صوبہ واری عصبیت کے پیدا ہونے کا امکان ہے. جو پاکستان کے استحکام کے لئے نقصان رساں ہے.

صرف زبان کی حد تک ہی کیا موقوف ہے. محترمہ فاطمہ جناح کا خیال ہے کہ ہر قسم کی صوبہ واری عصبیت پاکستان کے لئے مضرت رساں ہے. اسی لئے

وہ پاکستان سے صوبہ واری تفریقات کے غلط تخیلات کی بڑی سخت مخالف ہیں۔ وہ پاکستان کو بحیثیت ایک وحدت کے دیکھنا چاہتی ہیں۔ جہاں نہ کوئی سندھی ہے نہ کوئی پنجابی ہے۔ نہ کوئی سرحدی ہے نہ کوئی بلوچی ہے۔ نہ کوئی بنگالی ہے اور نہ کوئی ہندوستانی ہے بلکہ سب کے سب پاکستانی ہیں۔ سب مسلمان ہیں اور صرف مسلمان۔

وہ صوبہ واریت کو ایک غیر اسلامی چیز قرار دیتی ہیں اور پاکستانیوں کے اتحاد و اتفاق کے راستے میں، اخوت اور بھائی چارگی کی راہ میں بڑی خطرناک رکاوٹ سمجھتی ہیں۔ چنانچہ اپنے حالیہ دورۂ صوبہ سندھ میں بمقام حیدرآباد انھوں نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"اسلام میں صوبہ واری تعصب کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور زمین یا شہر کے فرق سے دو مسلمانوں میں امتیاز پیدا ہونا اسلام کی مساوات کے منافی ہے۔ صوبہ واری عصبیت کے تحت مہاجرین کو کم درجہ یا پس ماندہ سمجھنا بھی قابل نفرین اور کفر ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ایک مہاجر تھے"

صوبہ واری تعصب کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی معاشی

مساوات کا ذکر فرماتے ہوئے انھوں نے سرمایہ داری اور استعماریت کے خلاف بھی اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا تھا کہ

"سرمایہ داری اور استعماریت کو پاکستان میں ہرگز نہیں بننا چاہیئے کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر تخلیق ہوا ہے۔"

پھر انھوں نے پاکستانی مسلمانوں کو محب وطن پاکستانی اور سچا مسلمان بننے کے لئے نصیحت فرمائی تھی کہ

"آنحضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کو مشعل راہ بناؤ۔ کیونکہ ان ہی کے اصولوں پر عمل کرنے اور ان ہی کے نقش قدم پر چلنے میں ہماری نجات ہے۔"

ان تقریروں سے صاف ظاہر ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح ہر پاکستانی سے یہ متمنی ہیں کہ وہ پاکستان کو ایک مضبوط، مستحکم طاقت ور اور متحدہ ملک بنانے کے لئے صوبہ داری تعصب اور سرمایہ داری، جاگیرداری اور زمینداری کے بتوں کو خالص غزنویانہ انداز میں توڑ ڈالے۔ اور سارے ملک میں معاشی مساوات اور اخوت اور بھائی چارگی کی فضا پیدا کرے۔

قیام پاکستان کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کی تمنائے حیات نہ صرف یہ ہے کہ پاکستان ایک مضبوط اور مستحکم وحدت بنے بلکہ وہ دیگر اسلامی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار بنیادوں پر قائم رکھے اور اس طرح دنیا کے قلب میں ایک وسیع اسلامی مملکت قائم ہو جو پاکستان، افغانستان، ایران، عرب وحجاز، شام، مصر، ترکی شرق اردن کا ایک مجموعہ ہو۔ وہ ان سارے ہمسایہ اسلامی ممالک میں مذہبی اور سیاسی طور پر ایک اتحاد تو دیکھتی ہیں لیکن ان کا خیال ہے کہ جب تک یہ سارے اسلامی ممالک معاشی اور اقتصادی بنیادوں پر مضبوط نہ ہوں ان کا عالمی سیاسیات میں کوئی مستقبل نہیں ہے۔

چنانچہ حال ہی میں اواخر نومبر ۱۹۴۹ء میں دارالحکومت پاکستان کراچی میں جو بین الاقوامی اسلامی اقتصادی کانفرنس منعقد ہوئی اور جس میں حسب ذیل سولہ اسلامی ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔

(۱) ترکی (۲) مصر (۳) شام (۴) سعودی عرب (۵) ایران

(۶) عراق (۷) افغانستان (۸) مسقط (۹) عمان (۱۰) الجیریا (۱۱) ٹیونس (۱۲) لیبیا (۱۳) جزیرہ مالدیو (۱۵) آزاد کشمیر (۱۶) پاکستان۔

اس کانفرنس کے انعقاد کی سیاسی مصلحت کے پیش نظر محترمہ فاطمہ جناح نے بطور خاص ایک پیغام مرحمت فرمایا تھا جو ان کے بین الاسلامی سیاسی نقطہ نظر کی پوری وضاحت کرتا ہے۔

اس پیام کا اقتباس درج ذیل ہے۔

"مسلم ریاستیں آج اقتصادی حیثیت سے بہت کمزور ہیں اور دوسرے ملکوں کا اقتصادی لحاظ سے محتاج ہونا ان کی ترقی کے لئے رکاوٹ بنتا رہا ہے۔ اگر تمام مسلم ممالک اپنے قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لئے متحد ہو جائیں اور انھیں اپنے فائدے کے لئے استعمال کریں اور دوسرے کو ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دیں تو یہ ریاستیں سیاست عالم کی بساط شطرنج پر اپنا لوہا منوا سکیں گی۔ لیکن اس کے لئے باہمی تعاون کی ضرورت ہے۔ قدرت نے

مسلم ممالک کو ضرورت کی ہر چیز عطا کی ہے۔ اور
اگر ان وسائل کو ترقی دی جائے تو دنیائے اسلام
کا مستقبل درخشاں ہو جائے گا۔

قائد اعظم مرحوم کے الفاظ میں اگر پاکستان کو دنیا
میں اپنا مناسب پارٹ ادا کرنا ہے جس کا کہ
وہ اپنی وسعت آبادی اور وسائل کے لحاظ سے
مستحق ہے تو اسے زراعت کے ساتھ ساتھ
اپنی صنعتی طاقت کو بھی بڑھانا چاہیئے اور اپنی
اقتصادیات کو صنعتی رنگ دینا چاہیئے۔ اپنی ریاست
کو ہم صنعتی بنا کر ہم ضروریات زندگی کے لئے بیرونی
دنیا کے زیادہ محتاج نہیں رہیں گے اور اپنے
عوام کو زیادہ سے زیادہ روزگار دے سکیں گے"۔

محترمہ فاطمہ جناح کے اس بیان سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ وہ صرف پاکستان کو خود مکتفی اور صنعتی و معاشی اعتبار سے مالا مال ملک دیکھنا چاہتی ہیں بلکہ اسلام کے سارے ممالک کے لئے بھی ان کا یہی پیام ہے کہ وہ معاشی اعتبار سے خود مکتفی ہوں۔ اور مالی و معاشی حیثیت سے کسی بھی بیرونی اور غیر اسلامی طاقت کے محتاج نہ ہوں۔ محترمہ فاطمہ جناح

کا واضح نقطۂ نظر یہی ہے کہ ہر اسلامی ملک کو اسلامی معاشی مساوات کے اصول پر عمل پیرا ہو کر آزاد اور خود مختار زندگی بسر کرنی چاہیئے اس سے نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کا بھی علم دنیا کی فضا میں بلند ہو سکتا ہے اور لہرا سکتا ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح صدق دل سے ایک بین الاقوامی اسلامی وفاق کی حامی ہیں۔ وہ صرف پاکستان کے ساتھ ساتھ دنیا کے ہر اسلامی ملک کو راہ ترقی پر گامزن اور بام عروج پر پہنچا ہوا دیکھنا چاہتی ہیں۔

(۱۳)

محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی میں صرف دو ہی دلچسپیاں ہیں

۱ - پاکستان

۲ - قائد اعظم محمد علی جناح

محترمہ نے اپنی حیات عزیز کو تمام تران دو دلچسپیوں کی خاطر استعمال کیا اور کر رہی ہیں۔ افسوس کہ قائد اعظم نے اپنی عزیز بہن کو ذوق خدمت سے پاکستان بننے کے بعد بہت جلد محروم کر دیا۔

قائد اعظم مرحوم کے ڈاکٹر اور پرائیویٹ سکرٹری صاحبان نے "ماہ نو" کے قائد اعظم نمبر میں قائد اعظم کے آخری ایام کا ذکر کرتے ہوئے جگہ جگہ اس حقیقت کو دہرایا ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح نے قائد اعظم کی شب و روز جس انہماک اور مستعدی سے تیمار داری کی ہے اتنی نہ ان کے ڈاکٹر نے کی اور نہ کسی نرس نے ـــــ وہ ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹ دیتی تھیں اور قائد اعظم کے سرہانے بیٹھی رہتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحبان کا بیان ہے کہ انھوں نے

قائداعظم کی علالت کے دوران میں محترمہ کو کبھی سوتا ہوا نہیں دیکھا ان کی آنکھیں بیخوابی کے باعث ہمیشہ سرخ نظر آتی تھیں۔ ڈاکٹر صاحبان انہیں مشورہ دیتے تھے کہ

"ہم اپنے قومی باپ کی صحت کے ذمہ دار ہیں۔
آپ فکر نہ کریں۔ ہم پر اعتماد کریں۔"

مگر محترمہ فاطمہ جناح جواب دیتیں۔

"میری زندگی میری اپنی نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی اپنے پیارے بھائی کے حوالے کردی ہے۔ میں تو اب یہ محسوس کرتی ہوں جیسے میں قائداعظم کی تیمارداری نہیں کررہی ہوں بلکہ اپنی تیمارداری آپ کررہی ہوں۔"

قائداعظم کی تیمارداری کے دوران میں محترمہ فاطمہ جناح کی حالت نہ صرف قابل دید تھی بلکہ قابل رحم بھی تھی۔ انھیں اپنے کھانے پینے، کپڑے، نیند و آرام کا قطعاً کوئی خیال نہیں رہا تھا۔ قائداعظم کو مناسب وقت پر دوائی دینا، انھیں اخبار پڑھ کر سنانا اور دوسری دل بہلانے والی باتیں کرنا ہی ان کے کام تھے۔ ان دنوں وہ پاکستان کی خدمت سے بڑی حد تک غافل ہوچکی تھیں مگر بالواسطہ طریق پر وہ پاکستان ہی کی خدمت کررہی تھیں۔ پاکستان

کے جسم کی نہیں بلکہ پاکستان کے روح کی خدمت۔

قائد اعظم بلاشک وشبہ پاکستان کی روح تھے۔

کافی عرصے تک ایک بہن اپنے عزیز ترین بھائی کو زندگی اور موت کے درمیان موت کے بڑھتے ہوئے پنجوں سے بچاتی رہی۔ مگر موت سے کس کو رستگاری ہے۔ بالاخر ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو پاکستان کا معمار اعظم اور پاکستان کی روشنی بجھ گئی۔

محترمہ فاطمہ جناح پر جیسے کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ جس دن قائد اعظم اللہ کو پیارے ہوئے ہیں اس دن محترمہ فاطمہ جناح کی حالت قابل دید تھی — گہرے غم و الم کی ایک تصویر تھی۔ فاطمہ جناح نہ تھیں۔ بہتے ہوئے آنسو تھے فاطمہ جناح نہ تھیں۔ ایک بھیانک دکھ اور درد کا سیاہ لبادہ تھا۔ فاطمہ جناح نہ تھیں۔

سارا پاکستان رو رہا تھا اور غم و الم کی شدید کیفیات نے محترمہ فاطمہ جناح کو جیسے ہمیشہ کے لئے گم سم بنا ڈالا تھا۔ قائد اعظم کی لافانی شخصیت کا فانی جسم جب سپردِ خاک کر دیا گیا تو محترمہ فاطمہ جناح کے لئے ان کا پیارا بھائی ایک مسلسل یاد بن گیا۔ اس کی یاد اور اس کے سوگ میں محترمہ فاطمہ جناح نے سر سے پاؤں تک سیاہ لبادہ پہن لیا — سیاہ شلوار، سیاہ دوپٹہ، اور سیاہ قمیص — سارا پاکستان اور ساری دنیا جانتی

ہے کہ پورے سوا سال تک یعنی ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء سے ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء تک محترمہ اسی سیاہ لباس اور اسی "پیراہن سوگ" میں ملبوس رہیں — پہلی بار جب وہ بین الاقوامی صنعتی و اقتصادی کانفرنس کی افتتاح کے لئے پبلک جلسے میں تشریف لائیں تو اس وقت انھوں نے سیاہ لباس کو سفید لباس میں تبدیل کر دیا تھا۔ سفید شلوار سفید قمیص اور سفید ڈوپٹہ۔

اس پورے سوا سالہ دورِ سوگ و ماتم میں محترمہ فاطمہ جناح نے اپنے سرکاری مشاغل کو برابر جاری رکھا۔ اپنے پیارے اور قابلِ احترام بھائی کی شمعِ خدمات کو برابر جلائے رکھا۔ اس زمانے میں بھی وہ سرکاری اور غیر سرکاری افراد سے ملاقاتیں فرماتی رہیں۔ پاکستان کے عائدین سلطنت اہم امور پر مشورے کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ غیر ملکی سفیر انگریز اور امریکن صحافی، بیرون ملک کے بڑے بڑے لیڈر ان سے ضرور ملتے رہے۔

مقامی طور پر مقامی جرنلسٹ اخباروں کے نمائندے، طالب علموں کے نمائندے، عورتوں کی انجمنوں کے منتظمین، اور دیگر سیاسی اور معاشرتی اداروں کے ذمہ دار اراکین ہر اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے اور مفید مشورے حاصل کرنے ان کے پاس حاضر ہوتے رہے اور محترمہ باوجود ایک جانکاہ غم کے بڑے شفقت سے ان کے ہر کام میں ہاتھ بٹاتی رہیں۔

کسی سیاسی اور معاشرتی انجمن کی سرپرستی سے لے کر کشمیر کے میدانِ جنگ تک محترمہ ایک برق کی طرح مصروف رہیں۔ محترمہ فاطمہ جناح کے غیر سرکاری دورے اگرچہ کہ سرکاری طور پر زیادہ اہمیت نہیں رکھتے مگر چونکہ قائد اعظم کے بعد محترمہ فاطمہ جناح ہی پاکستانی عوام کے لئے محبوب ترین ہستی ہیں۔ اس لئے ان کے دوروں کا ملکی و قومی سیاست پر جو بہت بڑا اثر ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ جب کسی پاکستانی آبادی میں یا کسی پبلک جلسے میں محترمہ فاطمہ جناح کی آمد کی اطلاع مشتہر کی جاتی ہے تو لوگ جوق در جوق بالخصوص پاکستانی خواتین ساری کی ساری ان جلسوں میں بڑی عقیدت کے ساتھ شریک ہوتی ہیں۔

قائد اعظم ریلیف فنڈ کے سلسلے میں جب بھی محترمہ فاطمہ جناح کوئی اپیل کرتی ہیں تو نادار سا نادار آدمی بھی اپنا سب کچھ لٹا دینے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔ کئی جلسوں میں دیکھا گیا ہے کہ محترمہ کی اپیل پر غریب عورتوں نے اپنے جسم کے زیورات اور غریب مردوں نے ٹوپیاں اور کوٹ تک اتار کر دیدیئے۔

قائد اعظم کے بعد پاکستانی عوام کے لئے محترمہ فاطمہ جناح اتنی عزت و توقیر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں جیسے

لوگ فاطمہ جناح کو نہیں بلکہ خود قائدِ اعظم کو دیکھ رہے ہوں۔

(۱۴)

سیاسی زندگی سے قطع نظر محترمہ فاطمہ جناح کی گھریلو زندگی بھی بڑی حد تک سارے انسانوں کے لئے ایک درس ہے۔

اپنی گھریلو زندگی میں محترمہ بڑی نفاست پسند اور بڑی سلیقہ شعار ہیں وہ ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنتی ہیں جس طرح ان کی فطرت صاف ستھری اور معطر ہے بالکل اسی طرح ان کا لباس اور زندگی کا رکھ رکھاؤ بھی ستھرا اور معطر ہے۔

وہ بالعموم صبح سویرے بیدار ہوتی ہیں۔ اخبارات کا مطالعہ فرماتی ہیں نہا دھو کر کپڑے بدلتی ہیں۔ ناشتہ کرتی ہیں پھر اس کے بعد مختلف مشاغل میں مصروف ہو جاتی ہیں۔ بہت سے ملاقاتی آجاتے ہیں۔ ان میں بیرونی و ملکی اخباری نمائندے، بیرونی حضرات اور دوسرے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ محترمہ فاطمہ جناح ہر ایک کے ساتھ بہت ہی مسکراتے ہوئے ملتی ہیں۔ آہستہ آہستہ گفتگو کرتی ہیں۔ ہر بات کو اچھی طرح سمجھاتی ہیں۔ اور رات

گئے تک مصروف رہتی ہیں۔ ہر ملنے والے سے بڑے اخلاق، خندہ پیشانی اور مسکراہٹ کے ساتھ ملتی ہیں۔ جو بھی ان سے ایکبار کے لیئے مل لیتا ہے عمر بھر کے لیئے ان کا مداح ہو جاتا ہے۔

ان کی زندگی میں قائد اعظم کی زندگی بڑی حد تک منعکس نظر آتی ہے۔ ایک بار ایک اخباری نمایندہ کو ملاقات کا موقعہ دیتے ہوئے قائد اعظم کی نجی زندگی کے متعلق فرمایا تھا کہ۔

قائد اعظم مرحوم کو ایک سنجیدہ اور متین مدبر کی حیثیت سے تو سب جانتے ہیں مگر یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے مگر تصویر کا دوسرا رخ جس کو میرے سوائے صرف چند لوگ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ اپنی گھریلو زندگی میں انتہائی ہشاش بشاش انسان تھے۔ انھیں لاتعداد لطیفے یاد تھے وہ ہنسانے پر آتے تو پہروں ہنساتے رہتے تھے لوگ انھیں ایک مضبوط اور سخت دل انسان سمجھتے ہیں حالانکہ وہ نرم دل کے مالک تھے وہ کسی

سے سختی سے پیش نہ آتے تھے۔ ان کی میز پر معمولی کھانے رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ یہی کھانے کھاتے تھے۔ میز پر کھانا کھاتے ہوئے وہ ہنساتے رہتے ؛

فاطمہ جناح اور نسوانی پاکستان

ہماری تاریخ جہاں ان گنت مردوں کی شجاعت اور بہادری کے کارناموں سے پُر ہے وہاں ہمیں بیسوں ایسی خواتین بھی نظر آتی ہیں جنہوں نے مردوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر بلکہ مردوں سے بھی کئی قدم آگے بڑھ کر تاریخ کے صفحات میں شاندار اضافے کئے ہیں۔ تاریخ ہندوستان میں جہاں ہمیں قطب الدین ایبک سے لیکر اورنگ زیب تک کئی عظیم المرتبت بادشاہ نظر آتے ہیں وہاں خواتین کو بھی بڑی وسیع اور مستحکم سلطنتوں کے تخت پر جلوہ فگن دیکھتے ہیں۔ سلطانہ رضیہ اور سلطانہ چاند بی بی کے نام سے کون واقف نہیں۔ جن کے نازک ہاتھوں میں بڑی بڑی حکومتوں کی زمام رہی —— یہ صحیح ہے کہ مسلمان عورتوں کو حکومت اور سیاست کے میدانوں میں کام کرنے کے زیادہ مواقع میسر نہ آسکے لیکن پھر بھی ایسا تو ہرگز نہیں ہے کہ ہماری زندگی کی تحریکات میں عورتوں کا

کوئی نام ہی نہ ہو۔

ہمارے ابتدائی دور میں مسلمان عورت بیچاری شدید ترین جہالت اور رواجی پردے میں اس بُری طرح جکڑی رہی کہ اُسے معلوم ہی نہ تھا کہ چار دیواری کے باہر دنیا کیسی ہے۔ وہ اپنے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کے سوائے کسی بھی غیر مرد کی صورت تک نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اس کا کام سوائے گھر بار کی خدمت اور افزائش نسل کے اور کچھ نہ تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ جب یہ دور ختم ہوا اور مختلف بیرونی طاقتوں کے ہندوستان میں آنے سے ہندوستان کا ممالک غیر کی سیاست اور معاشرت سے تعلق پیدا ہونے لگا۔ سر سید احمد خاں کے تعلیمی مشن سے خواتین میں بھی خاصا علمی ذوق پیدا ہوا تو اس کے بعد عورت کو احساس ہوا کہ گھر کی چار دیواری کے علاوہ بھی کوئی دنیا ہے ــــــ پھر زمانہ، حالات اور تاریخ نے عورت کو آگے بڑھنے سے مجبور کیا ــــــ حتیٰ کہ ہماری خواتین آج زندگی کے ہر شعبے میں مردوں کی طرح کام کر رہی ہیں۔ اب وہ ماضی کی عورت کی طرح قوم کا عضو معطل نہیں بلکہ ایک باعمل اور طاقتور جزو بن گئی ہیں۔

چنانچہ تاریخ پاکستان کے ہر باب میں معماران پاکستان کے اسمائے

گرامی میں محترمہ فاطمہ جناح کا نام بار بار نظر آتا ہے۔ محترمہ فاطمہ جناح پاکستانی خواتین کی بڑی شاندار نمائندگی فرماتی ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کی فضاؤں میں سبز ہلالی پرچم کو سربلند کرنے میں جو دو ہاتھ بڑھے تھے ان میں سے ایک ہاتھ محترمہ فاطمہ جناح کا تھا۔

محترمہ فاطمہ جناح کی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اب پاکستانی خاتون جہالت، ناخواندگی، بزدلی، تقلید اور رسوم پرستی کی لعنتوں سے آزاد ہو چکی ہے۔ اب وہ ایک صاحب کردار، شجاع، اولعزم اور قوم کا ضروری عضو ہے۔ اب حقیقی معنوں میں اس کی گود ماضی کا خزینہ، حال کی درس گاہ اور مستقبل کا گہوارہ ہے۔ اور علامت یا سمبل symbol کے طور پر محترمہ فاطمہ جناح کی شخصیت ایک واضح حقیقت کی طرح نظروں کے آگے ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ عورت کے مقام کو سماجی اور سیاسی زندگی میں بلند سے بلند کریں چنانچہ ایک بار لاہور میں پاکستانی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے وہ فرماتی ہیں۔

حیات انسانی میں عورت کا مقام نہایت ہی اہم ہے

اور اس کی وسیع صلاحیتوں کے لحاظ سے ہی قدرت نے
وسیع ذرائع بھی اس کے لئے مقرر فرمائے ہیں اگر آپ نے اپنے
فرائض میں کوتاہی کی تو اس سے نہ صرف آپ کی انفرادی
زندگی کو نقصان پہنچے گا بلکہ آپکی اجتماعی زندگی پر بھی ایک
کاری ضرب لگے گی ۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنا صحیح مقام
پہچانیں۔ اور آپ میں اپنے فرائض کے احساس اور اپنے
حقوق کی حفاظت کی اہلیت پیدا ہو جائے ۔ اور اسی وقت
ممکن ہے جبکہ آپ زیور علم سے آراستہ ہو جائیں ''

آج محترمہ فاطمہ جناح کا پاکستان کی ہر خاتون سے یہ مطالبہ ہے
کہ وہ اپنی گھریلو زندگی اور سماجی مسائلِ حیات میں حصہ لینے کے ساتھ
ساتھ قومی سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور دنیا کو بتا دیں
کہ سیاست کے میدان میں پاکستانی خاتون دنیا کی کسی قوم کی خواتین
سے پیچھے نہیں ہے ۔ ان کا یہ خیال ہے کہ عورت کی گود میں ایک
نہایت ہی صحت مند، ذہین اور سیاسی قوم پیدا ہو سکتی ہے ــــ
یوں بھی عورت قوم کی ماں ہوتی ہے اگر ماں خود جاہل اور کاہل ہو
تو اولاد بھی ویسے ہی نکلے گی اس کی پہلی تربیت تو آغوش مادر ہی
میں ہوتی ہے ۔ چنانچہ اس لحاظ سے پاکستانی قوم کے لئے آغوش مادر

کو ہر حیثیت سے مالا مال ہونا چاہیئے۔

مثل مشہور ہے کہ عورت کے قدموں تلے جنت ہوتی ہے جو عورت نہ صرف ایک ماں ہے۔ اس کے فرائض اور ذمہ داریاں بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ ہیں۔ کیونکہ اس کے سامنے گھر کی چار دیواری کے علاوہ سماجی اور سیاسی زندگی کا ایک بہت وسیع اور بیکراں میدان پھیلا ہوا ہے ——— اسی لیئے ہم دیکھتے ہیں کہ محترمہ فاطمہ جناح اپنی ہر تقریر اور ہر تحریر میں پاکستانی خاتون کو مخاطب فرماتی رہی ہیں کہ

"کوئی قوم عظمت کے اعلیٰ منازل پر نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ
اس کا طبقہ نسواں اس کی ترقی میں اپنا پورا حصہ لینے کے
لیے آمادہ و تیار نہ ہو جائے"

عام پاکستانی خواتین کے بارے میں محترمہ فاطمہ جناح کی خدمات یقیناً آب سیم و زر سے تاریخ کے صفحات پر لکھی جائیں گی مگر جہاں تک مہاجر عورتوں کی غمگساری کا تعلق ہے کسی مہاجر عورت سے پوچھیئے۔ وہ محترمہ فاطمہ جناح کو ہزار دعائیں دیتے ہوئے یہی سمجھتی ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح کی شخصیت میں انھیں ایک مشفق ماں ایک محبت بھرے دل رکھنے والی بہن ملی ہے۔ پاکستان میں مہاجرین

کے مسئلہ کو سب سے پہلے عملی طور پر محترمہ فاطمہ جناح نے ہی پیش کیا اور آج تک اس کو پوری انہماک سے روبہ عمل لا رہی ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح کا خیال ہے کہ ہر مسلمان عورت کو ایک خود مکتفی زندگی گزارنے کے قابل بننا چاہیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر مسلمان خاندانوں میں کمانے والا فرد صرف مرد ہی ہوتا ہے۔ اور عورت بالکلیہ اس کی کفایت پر زندگی بسر کرتی ہے۔ اس ضمن میں بعض دردناک سانحے بھی پیش آئے ہیں مثلاً اگر خاندان کا کمانے والا فرد کسی حادثہ میں مبتلا ہو کر کام کاج سے معذور ہو جاتا ہے یا وہ مر جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے زیر پرورش عورت یا عورتیں مجبور و محتاج زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ خود کوئی کام نہیں کر سکتی اس لئے نان شبینہ تک محتاج ہو جاتی ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لیئے یہ بہت ضروری ہے کہ عورت بھی زندگی کے ایسے ہنر و فن سیکھ لے کہ اگر اس کا کفیل اور پرورش کنندہ اس کا ساتھ نہ دے سکے تو وہ خود اپنی کام و صلاحیتوں سے روزگار پیدا کر سکے اور شریفانہ زندگی بسر کرے۔ اور کسی کی محتاج نہ رہے محترمہ فاطمہ جناح کا یہ تخیل اور یہ نقطہ نظر ہر مسلمان عورت کے لئے شمع راہ ہے۔

اس لئے خواتین کے لیے صحیح تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری ہو جاتا ہے بالخصوص صنعتی تعلیم ——— محترمہ کہتی ہیں کہ علم کی بدولت خواتین میں قومی کردار، بلند حوصلہ، خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ جہالت، کاہلی، عافیت پسندی، خود غرضی، بے حسی، غلط رسم و رواج سب ختم ہو جاتے ہیں۔

محترمہ فاطمہ جناح جو پاکستان میں خواتین کی تعلیم کی سب سے بڑی مبلغ ہیں پاکستانی خواتین کو نہ صرف اندرون ملک پاکستان کے نام کو بلند کرنے کی تعلیم دیتی ہیں بلکہ ان کی تمنا ہے کہ پاکستانی خواتین دنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں پاکستان کے نام اور عزت کو تابندگی عطا کریں۔ چنانچہ لاہور میں خواتین کے ایک اجتماع کو مخاطب کرتے ہوئے محترمہ نے فرمایا۔

"یہ معلوم کرکے مجھے کسی قدر اطمینان ہوا کہ بیرونی ممالک کے ساتھ راہ و رسم قائم کرنے میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہ ایک حد تک مستحسن اقدام ہے کہ اہل عالم آپ کے کارناموں سے واقف ہوں اور انھیں معلوم ہو کہ اس نئی آزاد اسلامی سلطنت کا ہر شعبہ ترقی کے راستے پر گامزن ہے"

محترمہ فاطمہ جناح پاکستان کی ان اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں کو بھی ایک بیش بہا نصیحت فرماتی ہیں جو جاہل اور ان پڑھ عورتوں سے کوئی قریبی تعلق اور دل آویز سلوک نہیں کرتیں۔ گجرات کے گرلز کالج کا افتتاح فرماتے ہوئے انھوں نے اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین سے واشگاف الفاظ میں یہ فرمایا تھا۔

"عزیزان من۔ یہ صرف کالج کا افتتاح نہیں ہے بلکہ ان تمام بے شمار ذمہ داریوں کا افتتاح ہے جو مستقبل قریب میں آپ کے نازک کندھوں پر آنے والی ہیں۔ آپ کو یہاں سے صرف ڈگری یافتہ گریجویٹس بن کر نہیں نکلنا ہے بلکہ بہترین تربیت یافتہ، بلند کردار اور معیاری پاکستانی خاتون بن کر دنیا کے سامنے آنا اور اپنی پسماندہ خواتین کو بیدار کرنا ہے۔

میں دیکھتی ہوں کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ عورتوں کا اکثر ان پڑھ خواتین سے کوئی دل آویز سلوک نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے وحشت اور اجنبیت برابر قائم رہتی ہے۔ اس وحشت اور اجنبیت کو آپ اپنے حسن سلوک سے دور کر سکتی ہیں ــــ ہماری اور دوسری کمزوریاں اور

رسومات جن سے ہماری معاشرت اور معاشیات دونوں بُری طرح متاثر ہیں آپ کی اصلاح پذیر توجہ کی محتاج ہیں بچّوں کی تربیت کی طرف خاص طور پر عوام میں کوئی ذمہ دارانہ احساس نہیں — اس کو تعلیم یافتہ خواتین ہی دور کر سکتی ہیں ہماری خواتین میں ابھی تک آداب مجلس اور اجتماعی تقاریب میں نشست و برخاست کا سلیقہ نہیں۔ خواتین کا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور متمدن طبقہ ہی اپنی مثال سے دوسری خواتین پر اثر انداز ہو سکتا ہے ایک قابل افسوس امر جس کی طرف جانتے بوجھتے ہم توجہ نہیں کرتے وہ انگریزی اور مغربی تہذیب ہے۔ ہم کو ہر ملک اور ہر قوم سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنا ضروری ہے اور ہر جگہ کے اچھے اور بہتر اصول کا اکتساب بھی مناسب ہے۔ لیکن اپنی اسلامی تہذیب و معاشرت کا غائر مطالعہ کر کے دیکھئے کہ اس میں آپ کو کونسی خوبی نظر نہیں آتی۔ جو چیز اپنے پاس نہ ہو اس کا دوسروں سے اکتساب کیجئے۔ بہر حال ہم کو اپنی معیاری تہذیب دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

اس تقریر میں محترمہ نے خواتین کو تحصیل علم کے علاوہ فنی تعلیمات کی طرف بھی رجوع ہونے کی نصیحت فرمائی تھی کہ۔

"ایک اور مسئلہ گھریلو سائنس کا ہے جس میں پکوان، سوزن کاری، تیمارداری، طبی و فوری امداد۔ باغبانی اور لانڈری جیسے مختلف شعبے ہیں۔ اگر ڈگریوں کے ساتھ ساتھ عملی اور ذمہ دارانہ قابلیت بھی حاصل کی جائے تو بہت مفید ہوگا۔"

محترمہ نے آگے چل کر خواتین کو اپنی قومی زبان کا بھی احساس دلایا تھا اور اس کی بقا و فروغ کی خاطر ہر ممکن خدمت انجام دینے کا مشورہ دیا تھا۔ محترمہ نے فرمایا تھا۔

"ہماری اپنی زبان اردو ہونی چاہئے جس کو تمام پاکستانی بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں اور استعمال کر سکتے ہیں لیکن ہم انگریزی کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ یہ غلامانہ ذہنیت کا وہ تلچھٹ ہے جس کا اثر ہماری قومیت کے لئے سم قاتل کے برابر ہوگا۔"

لائق صد ہزار مبارک باد ہے محترمہ فاطمہ جناح کی ہستی جنھوں نے پاکستانی قوم میں عورت کے مناسب اور صحیح مقام

کو پہچان لیا ہے اور وہ شب و روز اسی کوشش میں منہمک ہیں کہ پاکستانی خواتین زندگی کے جہاد میں نہ صرف اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوں بلکہ وہ اس نئی قوم کا ایک باعمل اور مضبوط ہاتھ ثابت ہوں۔

ہم نے اوپر کہیں تفصیل سے محترمہ کی ان ٹھوس تجاویز اور اسکیموں کا ذکر کیا ہے جنھیں مہاجرین کی آبادکاری اور بحالی کے سلسلے میں محترمہ نے وقتاً فوقتاً قوم کے آگے پیش کیا ہے۔ وہ ہر ملنے والے سے ہر لیڈر سے ہر سرکاری عہدہ دار سے اور ہر جلسۂ عام میں پہلے مہاجرین کے بارے میں اپنے دردمند خیالات کا اظہار فرماتی ہیں۔ مہاجرین کے لئے ان کے دل میں بڑا درد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ان کا دل ان کا اپنا دل نہیں ہے بلکہ ایک مہاجر کا دل ہے ——

وہ ان پاکستانیوں کو جو پاکستان میں اچھی طرح آباد ہو چکے ہیں اپنی لاہور والی معرکتہ الآرا تقریر کے ذریعے ایک بار پھر یاد دلاتی ہیں کہ

"آپ کو یہ ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ آپ کو ان تڑپتے دلوں اور تباہ حال زندگیوں سے رسم و راہ پیدا کرنا ضروری ہے جن کی ویرانی نے ہم کو آزاد کیا۔ جن کی بربادی نے ہمارا مقام بنایا۔ جن کی قربانیوں نے ہم کو پاکستان دلایا۔ اور آج ان کا بڑا حصہ کسمپرسی اور تباہ حالی میں زندگی

گزار رہا ہے۔ ہم کو اپنے مقاصد کے لئے اس وقت تک جدو جہد کرنا ہے جب تک ان سب دکھی دلوں کو سکون نہ پہنچے۔ اور ساری زندگیاں منظم نہ ہو جائیں ہماری آنکھیں یہ نہیں دیکھتیں کہ ہم نے کتنا کام کیا ہے۔ بلکہ اس کا اندازہ کرنا چاہتی ہیں کہ ابھی کیا کرنا باقی ہے۔ مجھے دوران سفر میں عقیدت اور محبت کے مسرت بھرے نعروں کے ساتھ انسانی کرب و بے چینی کی دردناک چیخیں بھی سنائی دیتی ہیں جن سے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ میں نے راستے میں اکثر بچے دیکھے ہیں۔ جو صرف بھیک مانگ کر گزارہ کر رہے ہیں۔ اور خستہ و پراگندہ حال گلی کوچوں میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ یہ پاکستان کی آنے والی قومیں ہیں۔ اگر ان کی تربیت اور دیکھ بھال نہ کی گئی تو ان کی زندگیاں ملک اور قوم کے لئے انتہائی نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوں گی۔ کیونکہ افلاس اور پستی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

مجھے آپ کے عزائم پر اعتماد ہے اور اس کا تقاضہ ہے کہ میں آپ کو اپنے فرائض سے آگاہ کر دوں تاکہ آپ سمجھیں کہ آپ کو ابھی کتنا کام کرنا ہے۔ صرف پاکستان

بننے سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کے حصول سے ہمارے فرائض کا آغاز ہوتا ہے۔ اور ہم کو اس کی تعمیر کے لیے وہ تمام امور انجام دینے ہیں جن کے لئے پاکستان کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔"

محترمہ فاطمہ جناح کے اِن ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں پاکستان کا ہر فرد بشر بہ آسانی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح کے دل میں پاکستان اور ایک عظیم ترین پاکستان کے لئے کتنی سچی اور پرخلوص محبت ہے۔ تھوڑے سے شاعرانہ مبالغے کی مجھے اجازت دی جائے تو میں عرض کروں گا کہ۔

"پاکستان محترمہ فاطمہ جناح کا دل ہے"

غالباً یہی وجہ ہے کہ قائداعظم کے بعد سارے پاکستان میں محترمہ فاطمہ جناح کی شخصیت وہ واحد شخصیت ہے جس کو پاکستان کا ہر شخص، بچہ، بوڑھا، جوان مرد، عورت سبھی خراج عقیدت اور محبت پیش کرتے ہیں جب بھی وہ کسی پبلک جلسے میں تشریف لاتی ہیں یا کسی دورے پر تشریف لیجاتی ہیں تو آبادیاں ان کے ارد گرد سمٹ آتی ہیں۔ ان کی شخصیت میں کچھ اتنی مقناطیسی

کشش ہے کہ ہر شخص ان کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ قائد اعظم کے بعد لوگ انھیں قائد اعظم کی یادگار سمجھتے ہیں شکل وصورت کی غیر معمولی مشابہت کے علاوہ محترمہ قائد اعظم سے اخلاق و کردار میں بھی حیرت ناک مشابہت رکھتی ہیں۔

پاکستان کے کونے کونے میں فاطمہ جناح کے نام کا چراغ جل رہا ہے۔ چنانچہ صوبہ سرحد کے بارے میں مشہور ہے کہ محترمہ فاطمہ جناح ہی وہ واحد خاتون ہیں جنھوں نے سرحد میں پہلی بار پٹھانو اور قبائیلوں کے ایک عظیم الشان اجتماع کو مخاطب کیا ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح اپنے ان قومی خدمات کا پاکستان سے کوئی معاوضہ نہیں لیتی۔ بلکہ وہ اپنے ذاتی صرفے پر محض خدمت برائے خدمت کا بے پناہ جذبہ رکھتی ہیں۔

خداوند قدوس ان کے اس جذبہ خدمت کو اور زیادہ تابندگی اور درخشندگی عطا کرے۔

مادرِ ملّت کی خدمت میں کچھ دیر

عرصہ دراز سے میری یہ دلی تمنا تھی کہ میں زندگی میں کم از کم ایک بار مادرِ ملّت محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے نیاز حاصل کر سکوں۔ اس ضمن میں میں نے محترمہ کی خدمت میں ایک مختصر سی ملاقات کا عندیہ ظاہر کیا میری خوش قسمتی تھی کہ حال ہی میں میری دیرینہ تمنا بر آئی میں مقررہ دن ٹھیک وقت پر فلیگ سٹاف ہاؤس پہنچا۔ میرا دل خوشیوں سے معمور تھا کہ میں پاکستان کی عظیم الشان ہستی یعنی پاکستان کے معمار کی شریک کار مادرِ ملّت فاطمہ جناح کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔

محترمہ کو میں نے کئی بار پبلک جلسوں میں دور سے دیکھا تھا مگر زندگی میں پہلی بار مجھے ان سے بہت قریب آنے اور ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اس لیئے مجھے بے اندازہ خوشی ہو رہی تھی۔

جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا محترمہ فاطمہ جناح نے ایک پر شفقت مسکراہٹ کے ساتھ مجھے دیکھتے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ بڑے ادب سے مصافحہ کر کے میں صوفے پر بیٹھ گیا محترمہ بڑی شفقت سے مجھ سے گفتگو کا آغاز کیا۔

ہماری گفتگو انگریزی میں ہوتی رہی۔ محترمہ فصیح و بلیغ انگریزی میں بے تکان گفتگو کرتی ہیں۔ ان کے لہجے میں کافی زور اور وزن ہوتا ہے۔ ان کی گفتگو بڑی Convincing ہوتی ہے۔ انداز بیان بیحد سلجھا ہوا واضح اور غیر مبہم ہوتا ہے۔ آواز بڑی سماعت آفریں ہے اور ایک ایک لفظ اپنی جگہ بالکل واضح اور صاف ادا ہوتا ہے ان کی ساری گفتگو میں مجھے ایک خاص قسم کی ادبی چاشنی سی محسوس ہوئی۔ اور میں دوران گفتگو میں یہی سوچتا رہا کہ اگر محترمہ شاعر یا ادیب ہوتیں تو ادب میں ان کا کیا مقام ہوتا ــــ!!

ان کی اس ادبی اور شگفتہ طرز گفتگو سے متاثر ہو کر میں نے پوچھا کہ انگریزی زبان میں آپ کا محبوب شاعر یا مصنف کون ہے تو محترمہ نے جواب دیا۔

ولیم شکسپیئر۔

اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ محترمہ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کبھی کبھی یہ بھی محسوس ہوتا ہے جیسے ہم کسی شکسپیئر من ڈرامے کے مکالمے پڑھ رہے ہوں۔

میں نے محترمہ سے عرض کیا کہ قائداعظم سے آپ جتنی قریب رہی ہیں کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔ آپ قائداعظم کی کوئی سوانح عمر کیوں نہیں لکھتیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دنیا کی بہت مستند اور بہترین سوانح عمری ہوگی ——!

محترمہ نے جواب عنایت فرمایا کہ وہ اس سوال پر خود بھی غور کر رہی ہیں۔ اگر زمانے نے انھیں فرصت دی تو وہ دنیا کے سارے بڑے آدمیوں کی سوانح میں ایک اور گرانقدر اضافہ کرینگی —— بہاں یہ امر واقعہ بھی ہے کہ اگر محترمہ اس کتاب کو تحریر فرمادیں تو وہ نہ صرف بابائے قوم کی سوانح عمری ہوگی۔ بلکہ ایک بڑی حد تک پاکستان کی تاریخ بھی قرار دی جاسکیگی۔

پاکستانی سیاست پر ہماری زیادہ گفتگو اس لئے نہیں ہوئی کہ محترمہ فاطمہ جناح کی سیاسی زندگی آفتاب کی طرح روشن ہے اور میں ان کے حالات زندگی ایک کریکٹر سکیچ کے طور پر لکھ رہا تھا۔ اس لیئے میں ان سے محض گھریلو قسم

کے سوالات کئے۔ البتہ جب انھوں نے مجھ سے پاکستان کے بارے میں ایک عام آدمی کے خیالات کی ترجمانی کرنے کے لیئے فرمایا تو میں نے جواباً عرض کیا کہ

آپ کسی دن مہاجر بستیوں میں یا کسی پبلک مقام پر بغیر اطلاع کے جایئے اور خود ہی ان کے خیالات اور ان کی زندگی سے راست رابطہ پیدا کیجئے تو زیادہ مناسب ہوگا۔

محترمہ نے بڑی دردمند آواز میں جواب دیا۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں یہاں بیٹھ کر ان کی زندگی کو نہیں دیکھ رہی ہوں ——————؟

میں نے بڑے ادب سے عرض کیا۔

یقیناً آپ دیکھ رہی ہیں۔ آپ ایک حساس اور دردمند دل رکھتی ہیں۔ آپ ہمیشہ خود کو انھیں میں سے ایک محسوس کرتی ہیں اس لئے آپ ان کی زندگی سے دور نہیں ہیں۔

مہاجرین کے ذکر پر محترمہ فاطمہ جناح کے چہرے پر تفکر کا ایک ہلکا سا سایہ آیا۔ اس کو میں نے محسوس کیا اور فوراً ہی موضوع گفتگو بدلنے کی خاطر میں نے سوال کیا کہ۔

روزمرہ غذا میں آپ کی پسندیدہ ڈش کونسی ہے—؟

محترمہ فاطمہ جناح مسکرائیں اور بولیں۔

"یہ مشکل سوال ہے - کوئی یہ کیسے بتا سکتا ہے کہ اس کی پسندیدہ ڈش کونسی ہے جب کہ اس کا تعلق بھوک سے ہے"

میں پھر پوچھا کہ آپ کو کون سا رنگ زیادہ پسند ہے ؟

فرمایا -

"سفید"

مگر پھر فوراً ہی انھوں نے اپنے جواب کی اصلاح کر لی -

گمر سفید تو کوئی رنگ نہیں ہوتا - مجھے دراصل بلُو رنگ زیادہ پسند ہے"

میں نے پوچھا — پھولوں میں آپ کو کون سا پھول پسند ہے -

محترمہ نے جواب دیا — کارنش — ا

میرے ان سوالات کا دراصل یہ مقصد تھا کہ میں خالص نفسیاتی زاویۂ نگاہ کے تحت محترمہ کی مشہور نفاست طبع کے بارے میں کچھ جان سکوں اور ان جوابات کی روشنی میں میں اس نتیجے پر پہنچا کہ محترمہ صحیح معنی زندگی کے بارے میں ایک نکھرا ستھرا جمالیاتی نقطۂ نظر رکھتی ہو -

دوران گفتگو میں مجھے ہر بار یہی محسوس ہوا کہ وہ اپنے وطن میں ایک سچی جمہوریت کو قایم کرنے کی ایک بے پناہ آرزو دل میں رکھتی ہیں جہاں

پاکستانی انسان زندگی کی ساری مراعات کے ساتھ ایک بے فکر اور آزاد زندگی بسر کر سکے۔ جہاں اس کو رہنے سہنے لکھنے پڑھنے اور اپنے خیالات کو دیانتدارانہ طور پر اظہار کرنے کی پوری آزادی ہو۔ اور اس کا ملک دنیا کی کسی طاقت اور کسی ملک سے مرعوب نہ ہو بلکہ دنیا کی تاریخ میں ایک آزاد، خود مختار اور باعزت سیاسی مقام رکھتا ہو ——

مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے کرتے وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتی رہیں کہ —— یہ زمانہ نوجوانوں کا ہے۔ اب تم نوجوانوں کو آگے بڑھنا ہے اور اپنے ملک کی بہتری اور عظمت کے لئے ہر ممکن خدمت اور قربانی کے لئے تیار رہنا ہے۔ مسلم لیگ اور دیگر سیاسی تحریکات کے ضمن میں محترمہ نے فرمایا کہ اگر ان ناخوشگوار عنصر موجود ہے تو یہ تم لوگوں کی غلطی ہے۔ عوام کی غلطی ہے۔ عوام کو جاگنا چاہیئے اپنے گھر کو سجانے سنوارنے کے لیئے خود بھی کوشش کرنی چاہیئے۔ صرف حکومت پر اور لیڈروں پر ساری ذمہ داری رکھکر خود خاموش نہیں بیٹھنا چاہیئے۔

جب پاکستان کی قومی زبان کا ذکر آیا تو محترمہ نے فرمایا۔

کہ

یقیناً پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔ تم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کو قومی زبان بنائیں۔ تم لوگوں کو چاہیئے کہ

آپس میں جب مل کر بیٹھیں تو اردو میں بات کریں۔ اردو لکھیں اردو پڑھیں۔ قائد اعظم کا بھی یہی ارشاد تھا ——————

موصوفہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"اب دیکھو۔ اس عمر میں میں اردو پڑھنے، بولنے اور لکھنے کی کوشش کر رہی ہوں"

"اردو کو قومی زبان بنانے کی خاطر میری کوششوں میں سب سے بڑی کوشش یہ بھی ہے کہ میں خود اردو سیکھ رہی ہوں"

میں نے دل ہی دل میں کہا — اے قوم کی پر عظمت ماں۔ یقیناً تیری یہ کوشش ارباب اقتدار کے لئے بھی ایک درس عبرت ہے اور مقدس ماں جب تو اس عمر میں اردو کے لیے بھی ایک درس عبرت ہے۔ اور مقدس ماں جب تو اردو کے لئے اپنی بے پناہ محبت رکھتی ہے تو پھر پاکستان اردو کے سنہرے مستقبل سے مایوس نہیں ہے۔

محترمہ فاطمہ جناح بڑے شفقت آمیز انداز میں میرے سوالات کے جوابات عنایت فرما رہی تھیں۔ غالباً ان کے سر میں درد بھی تھا۔ کیونکہ کبھی کبھی وہ اپنی ہتھیلیوں سے اپنا سر بھی دبا رہی تھیں۔ لیکن انھوں نے مجھ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا۔ میرے ہر سوال کا جواب نہایت محبت

سے شگفتہ لہجے میں مادرانہ مسکراہٹ کے ساتھ عنایت کریں۔

بہر حال پون گھنٹے کے یہ چمکیلے لمحے محترمہ فاطمہ جناح سے لے کر میں فلیگ سٹاف ہاؤس سے باہر آیا اور میری آنکھوں کے آگے مادر قوم و ملت کا پر عظمت چہرہ چمکیلے سفید بالوں سے ڈھکا اور زیادہ پر وقار نظر آرہا تھا ——

یہ چند روپہلے سنہرے اور چمکیلے لمحے جو محترمہ فاطمہ جناح نے مجھے عطا فرمائے تھے میری زندگی میں ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے اور میں ان لمحوں کو زندگی بھر سنبھال کر رکھوں گا۔

خـتم شد